

جنگتے ہوئے

دیدارِ رسول ﷺ

امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد قراہین قادری قریشی

کتاب خانہ امجدیہ دہلی



STUDY PERIOD

FROM 10/FEB/2013 TO 12/FEB/2013

تنویر الحک

فی امکان رؤیة النبی ﷺ والملك

امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی

۱۵۰۵/ھ ۹۱۱

۲

۱۴۴۵/ھ ۸۴۹

ترجمہ

جاگتے ہوئے دیدارِ رسول ﷺ

از

محمد قمر الحسن قادری قمر بستوی

ناشر

کتب خانہ امجدیہ

۴۲۵، میاں محل، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰

Ph.: 011-32484831, 011-23243187

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ

کتاب	:	جاگتے ہوئے دیدار رسول ﷺ (مترجم)
مصنف	:	امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی
ترجمہ	:	محمد قمر الحسن قادری قمر بستوی
کمپوزنگ	:	افضل حسین بستوی، دہلی
اشاعت اول	:	۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء
ناشر	:	کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵، میا محل، جامع، مسجد، دہلی ۶
تعداد	:	ایک ہزار
صفحات	:	۸۸ (اثالی)
قیمت	:	Rs. 40=00

امریکہ میں ملنے کا پتہ

1. Al-Noor Masjid, 6443 Prestwood, Houston, Texas 77081
2. Qamar Bastawi, 7015 Mobud Dr. Houston, Texas 77074

انڈیا میں ملنے کے پتے

- ★ کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵، میا محل، جامع، مسجد، دہلی ۶
- ★ رضوی کتب گھر، ۴۲۳، میا محل، جامع، مسجد، دہلی ۶

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱	انتساب	۹
۲	کتاب اور ترجمہ تقدیم کتاب اور ترجمہ (مقدمہ)	۱۰
۳	امام جلال الدین سیوطی (تعارف)	۱۵
۴	کنیت اور القابات	۱۵
۵	سیوطی کی وجہ تسمیہ	۱۶
۶	سلسلہ نسب	۱۵
۷	مولد و مسکن	۱۶
۸	ابتدائی حالات	۱۶
۹	حصول علم	۱۶
۱۰	ابن حجر عسقلانی سے اجازت	۱۸
۱۱	اساتذہ کی اجمالی فہرست	۱۸
۱۲	فریضہ حج کی ادائیگی اور تدریسی ذمہ داری	۲۰
۱۳	خلوت گزینی	۲۰
۱۴	قوت حافظہ	۲۱

۱۵	امام سیوطی کا علمی طغفانہ	۲۲
۱۶	حدیث شریف کی خدمات اور فتویٰ نویسی	۲۳
۱۷	زمزم شریف کی برکت	۲۴
۱۸	زود نویسی	۲۴
۱۹	امام سیوطی کی تصانیف	۲۶
۲۰	امام سیوطی پر حضور کی خصوصی عنایات	۲۸
۲۱	شیخ السنہ اور شیخ الحدیث کا خطاب	۲۸
۲۲	ستر بار سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت	۲۹
۲۳	کرامات	۳۰
۲۴	تلامذہ	۳۳
۲۵	امام شعرانی کا واقعہ	۳۳
۲۶	وصال	۳۴
۲۷	تنویر المحلک فی امکان رویۃ النبی والملك	۳۶
۲۸	علماء کے نظریات	۳۷
۲۹	مردہ اور گائے کا واقعہ (حاشیہ)	۳۹
۳۰	حضرت ابراہیم اور پرندوں کا زندہ ہونا (حاشیہ)	۳۹
۳۱	حضرت ابن عباس نے آئینے میں رُخ رسول دیکھا	۴۰
۳۲	حضرت عزیز اور گدھے کا واقعہ (حاشیہ)	۴۰
۳۳	امام نووی کی تشریح	۴۳
۳۴	علامہ قرطبی کا قول	۴۳

۳۵	امام بیہقی کا قول	۴۴
۳۶	علامہ ابن اثیر کا قول	۴۴
۳۷	امام غزالی کا قول	۴۶
۳۸	قاضی ابوبکر بن عربی کا قول	۴۶
۳۹	شیخ عزالدین اور ابن حاج کے اقوال	۴۷
۴۰	قاضی شرف الدین بہتہ اللہ کا قول	۴۸
۴۱	شیخ اکمل الدین بابر تہی حنفی کا قول	۴۸
۴۲	شیخ صفی الدین کا قول	۴۹
۴۳	سیدی غوث پاک کا واقعہ	۵۰
۴۴	شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہرملکی	۵۱
۴۵	کمال اذفری کا قول	۵۱
۴۶	شیخ عبدالغفار بن نوح قوصی کا قول	۵۲
۴۷	شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ کا قول	۵۲
۴۸	شیخ صفی الدین ابن ابی منصور کا قول	۵۳
۴۹	پہلا واقعہ	۵۳
۵۰	دوسرا واقعہ	۵۳
۵۱	تیسرا واقعہ	۵۴
۵۲	چوتھا واقعہ	۵۵
۵۳	گردکعبہ انبیاء اولیاء کا ہجوم	۵۵
۵۴	حضور نے حدیث کی تصحیح فرمائی	۵۶

۵۵	سید علی کا واقعہ	۵۶
۵۶	امام رفاعی اور دست بوسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم	۵۷
۵۷	سید نور الدین الاسجی کو سلام کا جواب	۵۸
۵۸	شیخ ابو بکر دیار بکری	۵۸
۵۸	ایک ہاشمی خاتون کا واقعہ	۵۹
۶۰	روضہ انور پر اعرابی کی فریاد اور بشارت	۶۰
۶۱	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامت	۶۱
۶۲	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت	۶۲
۶۳	سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کرامت	۶۳
۶۴	ابو الحسنین محمد بن سمعون کا واقعہ	۶۴
۶۵	ابن ثابت کا واقعہ	۶۵
۶۶	عالم بیداری میں روایت نبوی پر تنبیہات	۶۶
۶۷	اول	۶۷
۶۸	دوم	۶۸
۶۹	امام غزالی کی تصریح	۶۹
۷۰	قاضی ابو بکر بن عربی کا قول	۷۰
۷۱	امام تہجدی اور حیات انبیاء	۷۱
۷۲	استاذ ابو منصور بغدادی	۷۲
۷۳	علامہ قرطبی کا قول	۷۳

۶۶	حیات انبیاء پر احادیث و اقوال سلف	۷۴
۶۸	امام بدرالدین ابن الصاحب کا قول	۷۵
۶۹	حضرت ابن عباس کی روایت	۷۶
۷۱	سوم	۷۷
۷۱	شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ کی مثال	۷۸
۷۲	چہارم	۷۹
۷۳	خاتمہ	۸۰
۷۳	ایک انصاری کی حدیث	۸۱
۷۳	حضرت حمیم بن سلمہ کی حدیث	۸۲
۷۴	حضرت حارثہ بن نعمان کی حدیث	۸۳
۷۴	حضرت ابن عباس کی حدیث	۸۴
۷۵	طبرانی کی روایت	۸۵
۷۵	حضرت ابو بکر بن ابوداؤد رضی اللہ عنہ کی روایت	۸۶
۷۵	حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث	۸۷
۷۶	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	۸۸
۷۶	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث	۸۹
۷۷	حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	۹۰
۷۷	حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	۹۱

۷۷	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	۹۲
۷۸	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث	۹۳
۷۸	حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی حدیث	۹۴
۷۹	حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث	۹۵
۷۹	حضرت ابواسید ساعدی کی حدیث	۹۶
۷۹	حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کی حدیث	۹۷
۷۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول	۹۸
۸۰	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	۹۹
۸۰	حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث	۱۰۰
۸۰	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث	۱۰۱
۸۱	حضرت عروہ بن رویم کی حدیث	۱۰۲
۸۲	حضرت سعید بن سنان کی حدیث	۱۰۳
۸۳	تذنیب (تتمہ بحث)	۱۰۴
۸۳	اذان کا واقعہ	۱۰۵
۸۵	حضرت سہم بن حبیش رضی اللہ عنہ کا بیان	۱۰۶
۸۵	حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت	۱۰۷



انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے مشفق والدین

علیہما الرحمة والرضوان

کے نام منسوب کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں

جنہوں نے مجھ ناچیز کو علم دین کی عظیم دولت سے

آشنا کرا کے عشق خدا اور

رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی دولت بے بہا عطا فرمایا:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ -

بندہ عاصی

محمد قمر الحسن قادری غفرلہ القوی

تقدیم

کتاب اور ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم!

یہ کتاب ”تنویر الحک فی امکان رویۃ النبی والملك“ امام سیوطی علیہ الرحمۃ کا ایک مبسوط فتویٰ ہے جو ان کے مجموعہ فتاویٰ ”الحاوی للفتاویٰ“ میں مشمول ہے۔ اس فتویٰ کے صادر کرنے کا سبب انہوں نے کتاب کی ابتدا میں نقل فرما دیا ہے۔ ان کے دور کے علماء نے بیداری میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو بعید از عقل قرار دے کر انکار کر دیا تھا، تو اس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ رقم فرمایا، اور غالباً معترضین کا اعتراض بالذات کسی پر رہا ہو مگر بالواسطہ امام سیوطی ہی کی ذات کو ہدف بنایا گیا تھا۔ کیونکہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بیداری کے عالم میں اکثر فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی (متوفی ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) نے اپنی تصنیف الطبقات الصغریٰ میں اس کو بیان فرمایا:

”وقد الف الشيخ كتابا سماه ”تنویر الحک فی امکان رویۃ النبی والملك“ و ذکر فیہ من كان یجتمع بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بالملك یقظة لافی المنام من الاولیاء والصحابۃ والعلماء۔“

(ص ۲۷، مطبوعہ قاہرہ مصر)

ترجمہ: ”امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام ”تنویر الحک

فی امکان رویۃ النبی والملك“ رکھا اور اس میں ان لوگوں کا ذکر کیا جو جاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فرشتوں کے ساتھ اجتماع فرمایا کرتے تھے نہ کہ نیند میں جیسے اولیاء کرام صحابہ عظام اور علماء ذی احترام۔“

چنانچہ کتاب نصوص قرآنیہ، احادیث مبارکہ، اقوال سلف اور دلائل عقلی سے مزین ہے۔ بعض وہ مباحث اس میں ذکر کئے گئے ہیں جو آج کے اس آزمائشی دور میں بھی دلیل قاطع ہیں۔ جیسے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور اس پر جتنے اعتراضات پڑتے ہیں ان کا جواب شافی بھی دے دیا گیا ہے۔ نیز کتاب میں کئی اور موضوع بھی زیر بحث لائے گئے ہیں جیسے فرشتوں کا دیکھا جانا، دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دیدار، بعض فتنوں کا ذکر اور بعض اولیائے کاملین کی کرامتوں کا بیان۔

مجھے امید ہے کہ ایک قاری اس کتاب کے مطالعہ کے دوران احساسات کی جن بلندیوں کو چھو رہا ہوگا وہ الفاظ کے دامن میں سمائیں سکتے۔ لذت عشق کی وہ کیفیت جو لفظ و بیان سے ماوراء ہے اس کتاب کے مطالعہ سے تیز تر ہو جاتی ہے بلکہ کبھی کبھار تصور کی بلندیاں اس حد تک پہنچ جاتی ہیں جیسے ہم اپنی مشاہداتی آنکھوں سے حضور کے رخ منور کا دیدار کر رہے ہوں اور روح نور کے سمندر میں غوطہ زن ہو رہی ہو۔

ترجمہ کیوں کیا؟

اس کے ترجمے کا داعیہ یہ ہوا کہ ایک بار میں نے سرسری طور پر اس کو پڑھا اور رکھ دیا۔ مگر کچھ روز کے بعد دل کو عجیب بے چینی سی محسوس ہونے لگی کہ اس کو پھر پڑھا جائے۔ ایک عجیب لذت تھی جو دل پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ پھر دوسری بار اس کو بنظر غائر مطالعہ کیا تو روح کو اس قدر سیرابی حاصل ہوئی جو ناقابل بیان۔ اکثر تصورات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور کی شبیہ ابھرتی۔ سُبُل الہدی والرشاد للصالحی الشامی، مدارج النبوة از محدث دہلوی، شفاء شریف للقاظمی عیاض، الوفا

عبدالرحمن بن جوزی علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرہ میں جو خاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ منور کا بیان کیا گیا ہے وہ ابھر جاتا۔ حتیٰ کہ امام ترمذی کی شامل ترمذی جس میں وہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ جس کو ایک بار پڑھ لیا جائے تو مہینوں دل میں نور کی موجیں اٹھتی رہیں۔ چنانچہ تیسری بار پھر اس کو پڑھا گویا جب جب پڑھتا ایک نیا لطف پاتا۔ ایک کیفیت جنم لیتی اور روح نور کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو جایا کرتی۔ میں نے سوچا کہ اس کا اردو میں ترجمہ کردوں تو لوگ بھی اس سے فیضیاب ہو جائیں گے۔ بس اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ۲۰ ستمبر ۲۰۱۱ء ۲۱ شوال ۱۴۳۲ھ بروز منگل کو کام شروع کر دیا۔ مصروفیت سے تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر کچھ لکھ لیا کرتا۔ اس طرح بہر حال ترجمہ مکمل ہو گیا۔

ترجمہ میں دشواریاں

ترجمہ کے وقت میرے سامنے اخلاص کتاب وی ترکی کا نسخہ مطبوعہ ۱۹۹۰ تھا۔ مگر اس میں اس قدر کتابت کی غلطیاں تھیں کہ بعض بعض دفعہ ارادہ ہوا کہ اس کو موقوف کر دیا جائے۔ کسی اور نسخے کی تلاش تھی مگر کوئی دوسرا نسخہ ہاتھ نہیں لگا۔ ہمارے چھوٹے بیٹے احمد تنویر قمر سلمہ ربہ جو شکاگو یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں، میں نے کہا کہ اپنے یہاں لائبریری میں تنویر الحکک نامی کتاب دیکھو اگر ہو تو میرے پاس بھیج دو، بیٹے نے بتایا کہ یہ کتاب ہے۔ یاد رہے کہ شکاگو یونیورسٹی میں علوم اسلامیہ پر مشتمل کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ عربی، فارسی اور اردو میں موجود ہے۔ مگر پھر چند دن کے بعد جب بیٹا کتاب لینے گیا تو معلوم ہوا کہ رجسٹر میں کتاب تو ہے مگر الماری میں موجود نہیں ہے۔ گویا کوئی صاحب لے گئے ہیں:

ع: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مگر ”جویندہ یا بندہ“ تلاش جاری تھی۔ مولانا منظر الاسلام ازہری ناتھ کرولینا

میں رہتے ہیں ان سے اس کتاب کا ذکر ہوا۔ انہوں نے جامع ازہر کی بعض ویب سائٹ سے تلاش کر کے ہم کو دو نسخے بھیج دئے۔ ایک مخطوطہ ہے، دوسرا ۱۳۲۸ھ کا مطبوعہ ہے۔ پھر ان تینوں نسخوں کا مقابلہ کر کے مخطوطہ کو بنیاد بنا کر اغلط کی تصحیح کی مگر یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ ہر نسخہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ پھر ایک چوتھے نسخے کو تلاش کیا جو کہ امام سیوطی کے مجموعہ فتاویٰ ”الحادی للفتاویٰ“ میں ضمنی طور پر موجود ہے۔ ان چاروں نسخوں کی مدد سے امکان بھر صحت کا لحاظ رکھتے ہوئے ترجمہ کیا۔ مگر بنیاد مخطوطہ ہی کو رکھا کیونکہ صحت سے زیادہ وہی قریب تھا۔ حتیٰ کہ ان چاروں نسخوں میں نہ صرف کتابت کی غلطیاں درآئی تھیں بلکہ ترتیب میں بھی رد و بدل تھا۔ مگر مخطوطہ کی ترتیب صحت اور عقل سے زیادہ مطابقت رکھتی تھی تو اس کو معیار بنا کر مخطوطہ ہی کی ترتیب کو باقی رکھا۔

کسی بھی کتاب کے بارے میں اس کے مولف یا مصنف معلومات کتاب کی دلچسپی اور افادیت میں معاون ہوتی ہے۔ اس سے قاری کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ مصنف کے معیار پر کتاب کی افادیت موقوف ہوتی ہے اس لئے کتاب کے شروع میں مختصر امام سیوطی علیہ الرحمۃ کا تعارف بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ خود امام سیوطی کے تعارف ہی سے آپ پتہ لگا لیں گے کہ اس کتاب کا معیار اور مستوی کیا ہے؟

ترجمہ

اس کا ترجمہ لفظی نہ کر کے سلیس اور رواں مفہوماتی کیا گیا ہے تاکہ قاری لفظی ترجمہ کی پیچیدگیوں سے بچ جائے اور مفہوم کی تہہ تک بہ آسانی پہنچ جائے۔ حسب ضرورت عبارت کی توضیح کے لئے درمیان میں اضافہ بھی کیا گیا ہے جس کو تو سین کے درمیان واضح کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ کتاب کا متن قدیم طرز پر نوشتہ تھا جو اس دور کا اسلوب نگارش تھا کہ کتاب سپاٹ انداز میں تحریر کی جاتی تھی۔ ہم نے اس کی ضمنی سرخیوں کو الگ الگ

واضح کر دیا ہے، جس سے کسی بھی بحث کو تلاش کرنا آسان ہو گیا ہے۔
 بایں ہمہ یہ کتاب اپنے اندر جو حسن بیان، ندرت معنی، عشق و وارفتگی کا بحر بیکراں
 رکھتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ممکن ہے کتاب کے مطالعہ کے بعد نصیبہ کی ارجمندی
 درناز کا تصوراتی طواف کرے اور کسی دن خواب میں ان کے جمال جہاں تاب سے
 سرفرازی میسر ہو جائے، اگرچہ ہماری نگاہ اس لائق نہیں کہ ان کا رخ انور دیکھ سکیں مگر
 بقول ادیب رائے پوری:

گو دید کے قابل تو نہیں میری نظر ہے

پھر بھی وہ اگر خواب میں آئیں تو عجب کیا

مولانا منظر الاسلام صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا دیانت کے خلاف ہوگا۔ انہوں
 نے اس کتاب کے نسخوں کے حصول میں بھرپور تعاون کیا۔ رب کریم ان کی اس سعی کو
 قبول فرمائے۔ اسی طرح اپنے وہ احباب جنہوں نے اس کی طباعت میں اپنا تعاون
 پیش کیا، اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرما کر اجر عظیم فرمائے۔ آمین بجاہ سید
 المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد قمر الحسن قادری غفرلہ

خادم افتاد امام مسجد النور ہوسٹل امریکہ
 چیئرمین رویت ہلال کمیٹی آف نارٹھ امریکہ

مورثہ ۱۶ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ
 ۱۰ جنوری ۲۰۱۲ء

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان

نام: عبدالرحمن

کنیت اور القابات: ابوالفضل، جلال الدین اور ابن الکاتب
ابن الکاتب کے حوالے سے تفسیر جلالین مطبوعہ بیروت میں ”اسخ البادیہ“ کے
حوالے سے امام سیوطی کے ترجمہ میں مذکور ہے کہ ”آپ کے والد نے آپ کی والدہ
سے کتاب مانگی۔ جبکہ وہ امید سے تھیں وہ کتاب لینے گئیں اور کتابوں کی تلاش ہی کے
دوران دروزہ شروع ہو گیا اور آپ کی ولادت ہوئی۔ (۱)

ولادت

پہلی رجب ۸۴۹ھ / ۳۱ اکتوبر ۱۴۴۵ء بروز اتوار، بعد مغرب قاہرہ میں پیدا
ہوئے۔ جہاں آپ کے والد مدرسہ الشیخوۃ میں فقہ کے مدرس تھے۔ (۲)

سیوطی کی وجہ تسمیہ

آپ کے آباؤ اجداد پہلے بغداد میں رہائش پذیر تھے پھر امام سیوطی سے کوئی
نوپشت پہلے مصر کے شہر السیوط میں آباد ہو گئے۔ اسی شہر کی نسبت سے آپ کو سیوطی کہا
جاتا ہے۔ (۳)

سلسلہ نسب

عبدالرحمن (ملقب بہ جلال الدین) بن الکمال ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن

الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین بن ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین الہمام الخضر السیوطی۔ (۳)

مولد و مسکن

آپ کے مورث اعلیٰ خضر یا خضر (جو بغداد کا ایک محلہ ہے) سے ترک سکونت کر کے صعید مصر کے شہر السیوط میں آ کر آباد ہو گئے تھے پھر وہاں سے ترک مکانی کر کے قاہرہ میں جا آباد ہوئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد شیخ ابو بکر کمال الدین یہاں مدرسہ الشیخونہ میں فقہ کے مدرس تھے۔ چنانچہ آپ کی نشوونما یہیں پر ہوئی۔

ابتدائی حالات

آپ فرماتے ہیں کہ ولادت کے بعد میرے والد مجھے شیخ محمد مجذوب کی خدمت میں لے گئے جو کبار اولیاء اللہ سے تھے۔ انہوں نے میرے واسطے برکت کی دعا کی۔ میری نشوونما یتیمی کی حالت میں ہوئی۔ (۵)

واقعہ یہ ہے کہ آپ ابھی پانچ یا چھ برس کے تھے کہ صفر ۸۵۵ھ / مارچ ۱۴۵۱ء میں ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پھر باپ کے ایک صوفی دوست نے آپ کو متمنی (منہ بولا بیٹا) بنالیا۔ (۶)

والد نے اپنی زندگی ہی میں اس فرزند جلیل کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری شیخ شہاب الدین الطباخ اور محقق ابن ہمام کے سپرد کر دی تھی جنہوں نے اس کو بخوبی نبھایا۔ اور ابن ہمام نے چھ سالہ تعلیم کے بعد سیوطی کو جامعہ الشیخونہ میں داخل کرا دیا۔ (۷)

حصول علم

چونکہ آپ کے والد ماجد شیخ کمال الدین مدرسہ الشیخونہ میں مدرس اور السیوط

کے قاضی تھے اس لئے امام سیوطی کا آغاز تعلیم بڑے اہتمام سے ہوا۔ پانچ سال سات ماہ کی عمر میں آپ کے والد کا انتقال ہونا یہیں سے امام سیوطی کے لئے مشکلات کا آغاز ہونا تھا۔ مگر شیخ کمال بن ہمام وغیرہ کی خصوصی توجہ نے آپ کے تعلیمی مشاغل کو منقطع ہونے سے بچا لیا۔ بروادیتے تقدیم جلالین کہ:

”جس وقت آپ کے والد ماجد کا وصال ہوا تو آپ کی عمر پانچ سال سات ماہ کی تھی اور آپ اس وقت سورہ التحریم تک پہنچے تھے پھر ابھی آٹھ سال سے بھی کم تھے کہ حفظ قرآن پاک مکمل کر لیا۔ آپ کی جودت طبع اور علمی انہماک سے بچپن ہی سے آپ کی عظمت کا ظہور ہونے لگا تھا۔ حفظ قرآن پاک کے بعد آپ علوم عربیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دور کے ماہرین فن اساتذہ سے علمی استفادہ فرمایا۔ جلالین کے مقدمہ میں علامہ سیوطی کے حالات میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

”آپ نے ۸۶۴ھ میں ربیع الاول کی ابتدا میں علوم عربیہ کے حصول کا آغاز کیا تو شمس سیرامی سے صحیح مسلم کا کچھ حصہ، الشفاء، الفیہ بن مالک سے پڑھا۔ ابھی آپ نے اس کو مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ آپ کو عربی کی تصنیف و تالیف کی اجازت مل گئی اور التسمیل، التوضیح، شرح الشذوذ، المغنی فقہ حنفی کے اصول کی نیز علامہ تفتازانی کی شرح العقائد پڑھی اور شمس المرزبانی حنفی سے الکافیہ اور مصنف ہی کی شرح کافیہ بھی پڑھی، نیز الفیہ العراقی بھی انہی سے پڑھی اور ان کی خدمات میں لگے رہے حتیٰ کہ ۹۷ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ فرائض و حساب علامہ زمن شہاب الشارح مساجی سے پڑھی پھر علامہ البلقینی، الشرف المناوی محقق دیار مصریہ سیف الدین محمد بن محمد انصاری، علامہ الشافعی، علامہ الکافینی اور العزاکنانی کی درس گاہوں سے استفادہ کیا۔ (۸)

حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی سے اجازت

لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد علامہ الکمال ابی بکر چونکہ حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کے شاگرد تھے اور ان کے پاس آمد و رفت تھی چنانچہ والد ماجد نے اپنے شہزادے کو بھی ان کی درس گاہ میں حاضر کیا۔ حالانکہ ابھی عمر بڑی مختصر تھی۔ جلالین کے مقدمہ میں ہے:

”واحضره والده مجلس الحافظ ابن حجر“ (۹)

ترجمہ آپ کے والد نے آپ کو ابن حجر کی مجلس میں حاضر کیا۔

انھما لھما الکبریٰ کے مقدمہ میں امام سیوطی کے تعارف میں ذکر کیا گیا ہے جو خود انہیں کی روایت اور زبان سے ہے کہ:

”اور مجھے بھی ان سے اجازت عامہ کے تحت روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے اور ممکن ہے کہ اجازت خاصہ بھی حاصل ہو کیونکہ میرے والد ان کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ (ماخوذ از ذیل طبقات الحفاظ) (۱۰)

اساتذہ کی اجمالی فہرست

آپ نے اپنے وقت کے اجلہ علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا جس کا مختصر تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ مقدمہ جلالین میں اساتذہ کی تعداد ادا کیا وں (۵۱) بیان کی گئی ہے۔

”وقد ذکر تلمیذہ الداودی فی ترجمتہ اسماء شیوخہ اجازة وسماعا مرتبین علی حروف المعجم قبلت عدتھم احد او خمسين نفسا.“ (۱۱)

ترجمہ: امام سیوطی کے شاگرد داودی نے حروف ہجا کے اعتبار سے ان کے اجازت دینے والے اور جن سے انہوں نے سماعت کی ان شیوخ کا ذکر ان کے ترجمہ و تعارف

میں بیان کیا ہے جن کی تعداد اکیاون تک پہنچتی ہے۔
مگر بقول علامہ فیض احمد اویسی:

”امام سیوطی نے اپنی تصنیف ”حسن المحاضرة“ میں اپنے ایک سو پچاس
مشائخ کا تذکرہ کیا ہے۔“ (۱۲)

جبکہ امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء نے الطبقات
الصغریٰ میں امام سیوطی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اساتذہ و شیوخ کی تعداد چھ
سو (۶۰۰) بتائی ہے۔

”وكان (رضی اللہ عنہ) يقول اخذت العلم عن
سستمائة نفس، وقد نظمتهم في أرجوزة۔“ (۱۳)

ترجمہ اور امام سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چھ سو اشخاص سے علم
حاصل کیا ہے اور ان سب کو ار جوزہ میں نظم کر دیا ہے۔

اساتذہ و شیوخ کی ان لمبی فہرست کے لئے یہ مختصر نا کافی ہے۔ تاہم ان کے
چند مشہور اساتذہ کا ذکر کر رہا ہوں جن سے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ تعلیم حاصل
کی اور ان کا ذکر بھی کیا ہے۔

(۱) علامہ امام شیخ محمد بن احمد معروف بہ جلال الدین محلی متوفی ۸۶۴ھ (تفسیر
جلالین نصف آخر کے مصنف)

(۲) علامہ علم الدین صالح بلقینی متوفی ۸۶۸ھ استاد علم فقہ

(۳) علامہ شرف الدین مناوی متوفی ۸۷۱ھ

(۴) علامہ تقی الدین شمش متوفی ۸۷۲ھ

(۵) علامہ محی الدین سلیمان کا فہمی متوفی ۸۷۹ھ استاد معانی و بیان و اصول و تفسیر

(۶) علامہ سیف الدین خفی متوفی ۸۸۱ھ

(۷) علامہ شیخ عبد القادر بن ابی القاسم الانصاری متوفی ۸۸۰ھ استاد علم حدیث

(۸) علامہ شہاب الدین الشارمساحی متوفی ۸۶۵ھ استاد علم الفرائض و حساب

- (۹) علامہ اعجاز الکنانی
 (۱۰) علامہ الزین العقیسی
 (۱۱) علامہ الشمس السمرامی استاذ حدیث
 (۱۲) علامہ شمس فرومانی حنفی علیہم الرحمہ والرضوان وغیرہ۔

فریضہ حج کی ادائیگی اور تدریسی ذمہ داری

جملہ علوم متداولہ سے بہرہ مند ہونے کے بعد آپ نے ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۶ء میں فریضہ حج ادا کیا اور پھر جب واپس لوٹے تو اس دوران مختلف ممالک شام، یمن، ہندوستان اور بلاد مغرب وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے قاہرہ پہنچے۔ بعض علوم کی تکمیل کر کے سرکاری عہدوں پر کام کیا۔ قانونی مسائل میں مشیر کی حیثیت سے حکومت سے تعاون کیا، مگر آپ کے استاد علامہ علم الدین صالح البلقینی کی سفارش سے مدرسہ الشیخونہ میں اسی منصب پر تقرر ہوا جہاں آپ کے والد الکمال ابی بکر مقرر تھے۔ مگر پھر ۸۹۱ھ/۱۳۸۶ء میں آپ کو اس سے بھی زیادہ بڑے ادارہ مدرسہ البیدریسیہ میں منتقل کر دیا گیا جہاں آپ نے ۱۵-۱۶ سال تک علم کا دریا بہایا اور تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ پھر بعض وجوہ کی بنیاد پر ۹۰۶ھ/۱۵۰۱ء میں اس ادارے سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ جس سے آپ کا دل ٹوٹ گیا اور یہی سبب بن گیا آپ کی تصنیف و تالیف کا۔ پھر آپ درس و تدریس سے مکمل کنارہ کش ہو کر کنج خموی میں چلے گئے اور لوگوں سے ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے۔ ہوا یہ کہ تین سال کے بعد جب وہ شخص جس کو امام سیوطی کی جگہ پر لایا گیا تھا انتقال کر گیا تو لوگوں نے پھر آپ کی طرف رجوع کیا مگر آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

خلوت گزینی

مدرسہ البیدریہ سے علیحدگی کے بعد آپ دریائے نیل کے کنارے ایک

مناسب مقام روضۃ المقیاس پر تنہائی اختیار کر کے دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے اور اپنی ساری توجہ عبادت و ریاضت نیز تصنیف و تالیف پر مرکوز کر دی حتیٰ کہ اس سے باہر موت کے بعد ہی نکلے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس مکان میں آپ قیام پذیر تھے اس کی کھڑکی بھی دریائے نیل کی طرف نہیں کھولتے تھے۔ امراء و رؤساء آپ سے ملنے کے لئے آتے۔ لمبی رقوم نذرانے میں پیش کرتے مگر آپ نے کبھی بھی کسی کا نذرانہ نہ قبول کیا۔ ایک بار سلطان غوری نے ایک ہزار دینار اور ایک غلام آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے دینار واپس کر دیا اور غلام کو لے کر آزاد کر دیا پھر اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرہ اقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

قوت حافظہ

آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ جو چیز حفظ کر لیتے پھر اس میں ذہول و نسیان نہیں ہونے پاتا۔ ان کی اس عظمت کا ذکر کرتے ہوئے جلالین کا مقدمہ نگاران کے تعارف میں رقمطراز ہے:

”واخبر عن نفسه انه يحفظ (۲۰۰,۰۰۰) مائتتی الف

حدیث۔ قال: ولو وجدت اکثر لحفظته۔ قال: و لعله

لا يوجد على وجه الارض الآن اكثر من ذلك“ (۱۳)

ترجمہ: امام سیوطی نے اپنے بارے میں خود بتایا کہ ان کو دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں۔ پھر

فرمایا کہ اگر اس سے زیادہ پاتا تو اس کو بھی یاد کر لیتا۔ شاید اس وقت روئے زمین

پر اس سے زیادہ احادیث موجود نہیں۔

امام شعرانی بیان فرماتے ہیں کہ امام سیوطی اکثر سوالوں کے جوابات فی البدیہہ

بغیر کتاب سے رجوع کئے دیتے۔ فرماتے ذہن خیانت کرتے ہیں۔ فلاں کتاب،

فلاں صفحہ اور فلاں سطر کھولو وہاں یہ مسئلہ ملے گا۔ آپ جیسا فرماتے ویسا ہی پایا جاتا۔ (۱۵)

امام سیوطی کا علمی طعنہ

امام سیوطی ایک تبحر عالم، وسیع الفکر مفکر، دقیق النظر صاحب تصنیف بزرگ تھے اور ایک عظیم محدث نیز ژرف نگاہ مفسر بھی تھے۔ انہوں نے سات علوم میں اپنی مہارت کا خود اعتراف کیا ہے۔ جیسا کہ ”حسن المحاضرہ“ کے حوالے سے انھیں اکبرؑ کے دیباچہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے سات علوم میں مہارت عطا کی ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع۔ مجھے یقین ہے کہ ان سات علوم میں اس مرتبہ پر پہنچا ہوں جس پر میرے استادوں میں سے بھی کوئی نہیں پہنچا۔ علم حساب میرے ذہن کے لئے ایک بوجھ ہے اور مجھے اس سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ البتہ مجھ میں بفضلہ تعالیٰ اجتہاد کی تمام شرطیں موجود ہیں۔“ (۱۶)

ان مذکورہ سات علوم کے علاوہ بھی جن علوم میں آپ کو دستگاہ حاصل تھی اس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب الاقان کے دیباچہ میں کیا ہے۔ علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں:

”مذکورہ سات علوم کے سوا معرفت، اصول فقہ، علم جدل، تفسیر، انشاء ترسل اور فرائض۔ علم قرأت اور طب کو میں نے کسی استاد سے نہیں پڑھا۔ ہاں علم الحساب مجھ پر زیادہ دشوار شے ہے۔ اب بحمد اللہ میرے پاس اجتہاد کے آلات پورے ہو گئے ہیں۔ میں اس بات کو بطور ذکر نعمت الہی کہتا ہوں، فخر کی رو سے نہیں۔ اگر میں چاہتا کہ میں ہر ایک مسئلے پر ایک مستقل کتاب لکھوں اور اس مسئلے کے انواع، ادلہ عقلیہ و نقلیہ۔ اس کے مدارک، اس کے نقوص اور ان کے جوابات اور اس مسئلے میں اختلاف مذاہب کے درمیان موازنہ کروں تو بفضل الہی اس امر پر مجھ کو قدرت ہوتی۔“ (۱۷)

حدیث شریف کی خدمات اور فتویٰ نویسی

آپ کے زمانے میں دیار مصر کا علمی وقار بہت بلند تھا۔ بڑے بڑے محدثین، حفاظ حدیث اور اکابر مشائخین نے اس زمین کو رشک آسمان بنا رکھا تھا مگر بایں ہمہ حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ علیہ الرحمۃ کے بعد حدیث شریف کے املا کرانے کا چلن رک گیا تھا۔ بیس سال کے بعد پھر امام سیوطی نے اس کو جاری کیا۔ امام شعرانی رقمطراز ہیں:

ترجمہ: امام سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کے بعد ملک مصر میں حدیث املا کرانے (لکھانے) کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ یہ دورانیہ بیس سال پر محیط ہے۔ پھر میں نے ۸۷۲ھ کی ابتدا سے جامع ابن طولون میں اس کی شروعات کی..... آپ نے فرمایا: سب سے پہلے جس نے اس دیار میں حدیث پاک کا املا کرنا شروع کیا وہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے شاگرد (اور کاتب) ربيع بن سلیمان تھے۔ (جو جامع ابن طولون میں موزن تھے) آپ نے مزید فرمایا: میں نے املا کرانے کے لئے جمعہ کا دن نماز جمعہ کے بعد اختیار کیا۔ متقدمین حفاظ احادیث جیسے خطیب بغدادی، ابن سمعانی، ابن عساکر وغیرہ کی اتباع کرتے ہوئے۔ برخلاف عراقی ان کے بیٹے اور ابن حجر کے، وہ لوگ منگل کو املا کراتے تھے۔ (۱۸)

امام سیوطی نے گویا اپنی عمر کے تیسویں سال میں حدیث پاک کا املا کرنا شروع کر دیا تھا جبکہ یہ شرف واعزاز ائمہ احادیث خاصی عمر گزارنے کے بعد کسی کو تفویض کرتے ہیں مگر امام سیوطی کے علمی رسوخ اور قوت حفظ کی بنیاد پر محدثین نے اعتماد کیا اور آپ عین عقوان شباب میں حدیث پاک کی اس عظیم خدمت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

بالکل اسی طرح سے آپ نے صرف بائیس (۲۲) سال کی عمر میں فتویٰ دینا شروع

کر دیا۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ:
ترجمہ: امام سیوطی نے فرمایا: میرے فتویٰ دینے کی ابتداء ۸۷۱ھ میں ہوئی۔ میرے ہم
عصر علماء نے پچاس (۵۰) مسئلوں میں میری مخالفت کی تو میں نے ہر مسئلے
کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں حق کو بیان کیا۔ پھر فرمایا اور جب میں
مرتبہ ترجیح کو پہنچ گیا تو پھر میں نے اپنے فتاویٰ میں نووی کی ترجیح سے کوئی تخریج
نہیں کی۔ اگرچہ میرے نزدیک رائج ان کے نزدیک مرجوح ہوتا۔“ (۱۹)

زم زم شریف کی برکت

علم و فضل کی یہ بلندی، قرآن و سنت میں یہ تجر یا پھر فقہ اسلامی میں یہ عظمت
در اصل آب زم زم شریف کی برکات ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ جب آپ نے ۸۶۹ھ
۱۴۶۳ء میں فریضہ حج ادا کیا تو اس وقت زم زم شریف کو اسی نیت سے پیا تھا کہ اللہ تعالیٰ
مجھ کو فقہ میں شیخ سراج الدین البلقینی اور حفظ حدیث میں حافظ ابن حجر کی طرح کر دے۔
آپ کی یہ دعا بارگاہ الہی میں قبول ہوئی۔ امام شعرانی فرماتے ہیں:

”وَكَانَ (ﷺ) يَقُولُ: لَمَّا حَجَّ شَرِبْتُ مَاءَ زَمْ زَمٍ

عَلَى نِيَّةِ أَنْ أَكُونَ فِي الْفَقْهِ كَالشَّيْخِ سِرَاجِ الدِّينِ

الْبَلْقِينِي وَفِي حِفْظِ الْحَدِيثِ كَالْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ۔“ (۲۰)

ترجمہ: امام سیوطی فرمایا کرتے تھے: جب میں نے حج کیا تو زم زم شریف کو اس نیت
سے پیا کہ میں فقہ میں شیخ سراج الدین البلقینی کی طرح اور حفظ حدیث میں حافظ
ابن حجر عسقلانی کی طرح ہو جاؤں۔

زودنوہی

اللہ تعالیٰ نے امام سیوطی کو جن خوبیوں سے نوازا تھا وہ انہیں کا حصہ تھیں۔ آپ کا

قلم بڑا برق رفتار تھا۔ اس قدر زود نویس تھے کہ اس کی مثال خال خال ملے گی۔ ایک ایک دن میں تین تین کرا سے (کاپیاں) لکھ لیا کرتے تھے۔ جلالین کے مقدمہ نگار نے آپ کی سرعت تصنیف کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے شمار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”وكان آية كبرى في سرعة التأليف.“ (n)

ترجمہ: ”امام سیوطی سرعت تالیف میں اللہ کی عظیم نشانی تھے۔“

امام عبدالوہاب شعرانی نے الطبقات الصغریٰ میں بیان کیا:

ترجمہ: شیخ شمس الدین داؤدی نے بیان کیا: میں نے شیخ جلال الدین سیوطی کو دیکھا

کہ ایک دن میں تین کرا سے تصنیف و تالیف فرمائے۔ جبکہ اس کے ساتھ ہی

ساتھ حدیث کا املا بھی کر رہے تھے اور بغیر تکلیف کے سوالوں کا جواب بھی

دیتے جا رہے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: میں نے جب بھی کسی سوال کا

جواب دیا تو اس کا جواب آخرت بھی تیار کر لیا کہ اگر رب تعالیٰ کے حضور مجھ

سے یہ پوچھا جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ (rr)

آپ کی سرعت تصنیف و تحریر اور زود نویسی کی واضح مثال جلالین نصف اول کی

تصنیف ہے کہ جلالین نصف آخر ۱۵ پارہ آپ کے استاذ علامہ جلال الدین محلی شافعی

کی ہے۔ ان کے وصال کے بعد امام سیوطی نے نصف اول کو لکھا جس سے اس کتاب

کا نام ہی الجلالین ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جلالین نصف اول یعنی پندرہ پارہ یکم

سے لے کر پندرہویں پارہ تک صرف چالیس دن میں مکمل کر دیا۔ گویا ایک پارہ کی

تفسیر تین دن سے بھی کم وقت میں پڑی۔ اس واقعہ سے آپ کی قوت حفظ اور سرعت

تصنیف و تالیف کا اندازہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی کثرت تصنیف بھی اس پر

دلالت کرتی ہیں کہ آپ اپنے وقت کے منفرد اور یگانہ روزگار عالم دین تھے۔

آپ کی عظمت کے آگے آپ کے معاصرین سرنگوں تھے۔ بقول امام شعرانی کہ:

ترجمہ: ”آپ اپنے معاصرین میں علوم و فنون حدیث کے سب سے بڑے عالم،

حافظ اور متقن تھے۔ احادیث کے غریب الفاظ، استباط احکام وغیرہ کو پوری طرح پہچانتے تھے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی بعض حدیثوں کی تمییز کی جن کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے اور نہ ہی ان حدیثوں کے مراتب سے کوئی واقف تھا تو آپ نے اس کی تخریج کی اور حسن وضعف وغیرہ مراتب بھی بیان کئے۔ (۲۳)

امام سیوطی کی تصانیف

زودنوہی کی جو ملکہ راسخہ آپ کو عطا کی گئی تھی۔ اس سے یہ اندازہ کرنا بالکل ہی واضح تھا کہ امام سیوطی اپنے بعد علمی وراثت کا کتنا بڑا ذخیرہ چھوڑ کر جائیں گے۔ چنانچہ اس دور میں آپ نے ساری مصروفیات کو جاری رکھتے ہوئے تصانیف کی طرف خصوصی توجہ مرکوز کی اور ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑ کر دار آخرت کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کی تصنیفات کے تعلق سے متعدد قول کئے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ آپ نے مندرجہ ذیل کتابوں کا ذخیرہ چھوڑا۔

۳۰۰ کتابیں۔ ۴۱۵-۴۵۰-۴۶۰-۵۰۰-۵۳۷-۵۶۱-۵۷۶-۶۰۰-۱۰۰۰ اور۔

☆ ان میں سے دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب نے ۳۰۰/۴۱۵/۵۷۶/۵۶۱

۵۷۶ کا قول کیا ہے۔

☆ خصائص کے مقدمہ نگار نے ۵۰۰/۳۰۰/۴۱۵ اور ۱۰۰۰ کا قول کیا ہے۔

☆ الاتفاقان کے مقدمہ نگار نے ۵۶۱ اور ۵۷۶ کا قول کیا ہے۔

☆ تاریخ الخلفاء کے مقدمہ میں علامہ شمس بریلوی نے ۳۰۰ اور ۴۵۰ کا قول کیا ہے۔

☆ مقدمہ الجلالین مطبوعہ قاہرہ نے ترجمہ الجلال السیوطی میں ۵۰۰ کا قول کیا ہے۔

☆ جبکہ امام عبد الوہاب شعرانی نے الطبقات الصغریٰ میں ۴۶۰ کا قول کیا ہے۔

☆ یہ ایک اجمالی خاکہ ہے تفصیلات کے لئے دیگر کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

مگر لطف کی بات یہ ہے کہ امام سیوطی نے اپنی تصنیفات کی تعداد اپنی کتاب "حسن المحاضرہ" میں تین سو بتائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حسن المحاضرہ کی تصنیف کے وقت امام سیوطی کی تصانیف کی تعداد ۳۰۰ ہی رہی ہوں گی پھر بعد کا اضافہ اس میں شامل ہونے سے رہ گیا ہوگا۔

امام سیوطی کی تصانیف کو اس قدر جلد قبولیت عامہ حاصل ہوگئی کہ ان کے زمانے ہی میں ان کی تصنیفات شرق و غرب میں پھیل گئیں۔ امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

"وانتشرت مولفاته فی البلاد الحجازیة والشامیة
والحلبیة والمصریة وبصری والروم وبلاد التکرور
والمغرب والهند والیمن وغیرھا۔" (۲۳)

ترجمہ: امام سیوطی کی تصانیف حجاز، شام، حلب، مصر، بصری، روم، تکرور کے ممالک (یہ سیغال اور ناکج کے ترائی علاقوں کے باشندے تھے) مغرب (مراکش) ہندوستان اور یمن وغیرہ ممالک میں پھیل چکی تھیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی بعض کتابیں ضائع کرا دیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ:

"اپنی وفات سے کچھ پہلے چند کتابوں کو دھوڑا لاکہ ان کے دور کے لوگ بھی اس کی نظیر نہیں جانتے تھے اور بعض لوگوں نے آپ کی کتابیں چرا کر اپنے نام سے منسوب کر لیا۔ امام سیوطی کے پاس اس کی نقل نہیں تھی۔ چنانچہ اس سے جزبہ ہو کر آپ نے ایک کتاب لکھی "البارق فی قطع ید السارق" اور فرمایا: میری عمر کی قسم۔ مولف اپنی تالیف پر اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہوتا ہے تو جو بغیر کچھ کئے ہوئے اجر کا طالب ہو وہ کیسا ہے؟ (یعنی جو لوگ کتابیں چرا کر اپنے نام کر لیتے ہیں وہ کس چیز کا اجر پانے کے مستحق ہیں) (۲۵)

امام سیوطی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصی عنایات:

امام سیوطی پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصی عنایات تھیں اور ان کو بارگاہ رسالت میں بڑی قبولیت حاصل تھی۔ شاید نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی مرتاض زندگی، زہد و تقویٰ اور خاص کر قرآن و حدیث کی عظیم خدمات کی وجہ سے پسند فرمایا اور اپنی بارگاہ کرم سے یہ اعزاز عطا کیا۔ ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضور ﷺ نے آپ کو شیخ السنہ اور شیخ الحدیث کا خطاب عطا فرمایا

امام شعرانی طبقات الصغریٰ میں بیان کرتے ہیں کہ: شیخ سلیمان نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ میں الخضیریۃ میں امام شافعی علیہ الرحمہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے ایک جماعت دیکھی جو بالکل سفید پوش تھی اور ان کے سروں پر نور کا بادل سایہ فگن تھا۔ وہ پہاڑی سے میری طرف آرہی تھی۔ جب وہ لوگ قریب ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس چوما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے ساتھ الروضہ چلو۔ (الروضہ وہ جگہ جہاں امام سیوطی قیام پذیر تھے) تو میں آپ کے ساتھ جلال الدین سیوطی کے گھر گیا۔ امام سیوطی گھر سے نکلے اور حضور کے دست کرم کو بوسہ دیا اور آپ کے اصحاب کو سلام کیا۔ پھر حضور کو اپنے گھر میں لے گئے اور حضور کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کو پوچھتے جاتے تھے اور حضور فرماتے جاتے تھے ہات یا شیخ السنۃ (اے شیخ السنہ لاؤ)

(۲) دوسرا واقعہ

شیخ عبدالقادر شاذلی (جو امام سیوطی کے شاگرد ہیں) نے اپنے شیخ یعنی امام سیوطی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ امام سیوطی نے یہ خواب اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے هَاتِ يَا شَيْخُ الْحَدِيثَ (اے شیخ الحدیث لاؤ)

(۳) اس واقعہ کی تکمیل ایک تیسرا واقعہ ہے کہ امام سیوطی فرماتے ہیں میں نے بیداری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے مجھ سے فرمایا هَاتِ يَا شَيْخُ الْحَدِيثَ (اے شیخ الحدیث لاؤ) تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں جنتی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر میں نے عرض کیا کہ کیا پہلے کسی عذاب کے بغیر؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! تیرے لئے ایسا ہی ہے۔

(۴) شیخ عطیہ انباری بیان کرتے ہیں۔ بادشاہ کے پاس مجھ کو ضرورت تھی میں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے سفارش کے لئے گزارش کی تو آپ نے فرمایا: اے عطیہ میں بیداری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں باریابی حاصل کرتا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں بادشاہ کے پاس گیا تو حضور کی یہ نوازش مجھ پر سے ختم ہو جائے گی۔ پھر فرمایا میری زندگی میں اس کو چھپا کر رکھنا ہاں میری موت کے بعد بتا سکتے ہو۔

(۵) ستر بار سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت

شیخ عبدالقادر شاذلی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام سیوطی کی تحریر میں وہ ورقہ دیکھا ہے جس کو انہوں نے اپنے بعض ساتھیوں کے اس سوال کے جواب میں لکھا تھا

جس میں سلطان غوری سے کسی ضرورت کی سفارش کا اظہار کیا گیا تھا۔ امام سیوطی نے تحریر فرمایا تھا:

”اے میرے بھائی! میں جاگتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں غوری کی مجلس میں بیٹھا تو بطور سزا یہ نعمت مجھ سے محجوب ہو جائے گی ہاں! میں تیرے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کروں گا۔

تو میں نے ان سے پوچھا: اے میرے آقا آپ نے بیداری میں کتنی بار حضور ﷺ کی زیارت کی ہے تو فرمایا بضعا سبعمین مرة (یعنی ستر بار سے زیادہ) (۲۶)

کرامت (۱)

امام سیوطی کے خادم محمد بن علی الحباک نے بیان فرمایا: جب سیدی عمر بن الفارض کے انکار کے بارے میں شیخ برہان الدین بقاعی کا فتنہ واقع ہوا تو امام جلال الدین سیوطی نے مجھ سے فرمایا۔ چلو سیدی عمر کی زیارت کو چلتے ہیں اور یہ قیلولہ کا وقت تھا تو ہم نے ان کی زیارت کی اور پہاڑی پر شیخ عبداللہ جیوشی کی زیارت کے لئے چڑھے۔ ان کی خانقاہ کی دیوار کا سایہ کوئی ایک گز زمین پر پڑ رہا تھا (یعنی شیخ جیوشی کے قیلولہ کا وقت تھا) تو تھوڑی دیر ہم لوگ بیٹھ گئے۔ امام سیوطی نے مجھ سے فرمایا اس شرط کے ساتھ کہ میری موت تک اس کو چھپائے رکھو: تم عصر کی نماز مکہ میں پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں، تو میرا ہاتھ پکڑا اور بولے آنکھ بند کرلو۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر کوئی ستائیس (۲۷) قدم چلے ہوں گے تو فرمایا آنکھ کھولو۔ تو اچانک میں نے دیکھا کہ ہم جنت المعلیٰ کے دروازے پر ہیں۔ پھر ہم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ، فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ وغیرہ کی زیارت کی یعنی فاتحہ پڑھی اور پھر حرم کعبہ شریف میں داخل ہوئے۔ طواف کیا، زم زم شریف پیا، پھر مجھ سے فرمایا اے فلاں:

ہمارے لئے زمین کی مسافت کا سمٹ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ تعجب یہ ہے کہ مصر میں ہمارا کوئی پڑوسی ہم کو نہیں پہچانتا۔ پھر بولے اگر تم چاہو تو میرے ساتھ چلو اور اگر چاہو تو حاجیوں کے ساتھ آؤ۔ میں نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ پھر ہم لوگ باب المعلیٰ پر آئے۔ مجھ سے فرمایا آنکھیں بند کرلو۔ میں نے کر لیا پھر ہم عبداللہ جیوشی کے قریب تھے۔ تو ہم سیدی عمر کے پاس اترے۔ شیخ سیوطی اپنے خنجر پر سوار ہوئے اور ہم لوگ ان کے گھر جامع طولون چلے گئے۔

کرامت (۲)

امام شعرانی فرماتے ہیں ہمارے شیخ جامع الغمری کے امام شیخ امین الدین نے بیان کیا کہ میں نے شیخ جلال الدین کو فرماتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے: ۹۱۰ھ کے بارے میں میری بات سنو۔ جب تک میں انتقال نہ کروں کسی سے مت کہنا۔ اور یہ بات سلیم بن عثمان کے مصر میں داخل ہونے سے پہلے کی ہے۔ فرمایا: ۹۲۳ھ یہ مصر کی تباہی کی شروعات کا سال ہے۔ ۹۳۳ھ میں اس کے نائین گھر والوں کی تباہی کے درپے ہوں گے کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہوگا۔ ۹۵۷ھ کے وسط میں ویرانی ہی ویرانی ہوگی اور مصر کی آمدنی سے زیادہ اس کا خراج (ٹیکس) ہو جائے گا اور اس سے بھی زیادہ شدید تباہی ۹۶۷ھ میں ہوگی۔

امام شعرانی فرماتے ہیں: میں نے یہ بات شیخ امین الدین سے سلطان غوری کے سلطان سلیم کے ساتھ جنگ والے سال سنی۔ اس کو میں نے بعض ان علماء کو بتایا جو شیخ جلال الدین سیوطی کا انکار کرتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا: یہ ایسا معاملہ ہے جس کی تصدیق روا نہیں۔ پھر جب غوری کو قتل کر دیا گیا اور سلطان سلیم کا لشکر ۹۲۳ھ والے سال کے شروع میں داخل ہوا اور چراکسہ کے گھروں کو جلانے لگا، قتل و غارت گری کرنے لگا اور عورتوں کو قیدی بنانے لگا تو شیخ امین الدین نے فرمایا اس منکر کے پاس

جاؤ اور اس سے بولو کہ دیکھو اس سچ کو جسے امام سیوطی نے کہا تھا، ایک دن کی بھی غلطی نہیں ہوئی۔ (۲۷) (یعنی جو فرمایا تھا بالکل اس کے مطابق ہوا)

کرامت (۳)

جب سلطان غوری نے اپنا مدرسہ تعمیر کیا اور اپنا دفن القبة الزرقاء میں تیار کرایا۔ تو امام سیوطی کے پاس مدرسہ کے مشائخ کو بھیجا مگر امام سیوطی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ جبکہ غوری آپ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ خانقاہ بھرسیہ کے صوفیا امام سیوطی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے کیونکہ آپ نے ان کو کہہ دیا تھا کہ تم لوگ صوفی نہیں ہو، صوفی وہ ہے جو اولیائے کرام کے اخلاق کا حامل ہو جیسا کہ ابو نعیم کی کتاب "الحلیہ" اور "رسالہ قشیریہ" وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور جو کوئی معلوم (وہ نذرانے جو خانقاہوں میں پیش کئے جاتے ہیں) کھائے صوفیا کے اخلاق کے حامل ہوئے بغیر تو وہ حرام مال کھاتا ہے۔ بات بہت گہبیر ہو گئی۔ لوگوں نے امام سیوطی کے قتل کی کوشش بادشاہ کے پاس تیز کر دی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ میں ان لوگوں پر کامیاب رہوں گا اور وہ لوگ میرا بال بیکا نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ جو لوگ شیخ کے خلاف محاذ بنائے تھے لوگوں کے درمیان ان کی بہت ذلت ہوئی اور بری موت مرے۔

کرامت (۴)

امام شعرانی بیان کرتے ہیں: مجھ کو شیخ بدر الدین ابن الطہارخ (اللہ تعالیٰ ان سے ہم کو نفع دے) نے بتایا جب البیہرسیہ کے صوفیوں نے شیخ جلال الدین کے خلاف مہم شروع کی اور شیخ نے ان لوگوں کے متعلق کتاب لکھی تو ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ان کے مقابل میں بھی کتاب لکھوں (یعنی جواب دوں) تو اسی رات میں نے

کتاب لکھنا شروع کر دیا۔ اچانک رات کو ایک ورق میری گود میں گرا جس میں تحریر تھا ”عبدی یا مومن لا تؤذ احدا ممن حمل علم نبی“ (اے میرے مومن بندے! کسی بھی ایسے شخص کو ایذا نہ دو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا حامل ہو) تو میں نے جوابی تصنیف سے ہاتھ روک لیا۔ اور جان گیا کہ شیخ جلال الدین حق پر ہیں۔ (۱۸)

ویسے حق بات یہ ہے کہ اگر امام سیوطی کی کوئی کرامت نہ بھی ظاہر ہوئی تو قرآن و حدیث کی اتنی عظیم خدمات اور آپ کی تصنیفات کی مقبولیت بذات خود بڑی کرامت ہے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کی کتابیں شرق و غرب حتیٰ کہ حرمین طہیین میں مقبول ہو چکی تھیں۔

تلامذہ

تلاش بسیار کے باوجود بھی ہمیں امام سیوطی کے تلامذہ کے تعلق سے کوئی خاص سراغ نہ مل سکا۔ حالانکہ آپ نے کوئی چالیس سال تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ اس پورے عرصہ میں جنے کتنے نابغہ روزگار اور افاضل نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے حلقہ درس سے ہزار ہا ہزار تشنگان علم سیراب ہوئے ہوں گے۔ تاہم چند ان تلامذہ کا ذکر جس کو امام شعرانی نے روایتوں کے ضمن میں بیان کیا ہے موجود ہے۔ جن میں سے بعض نام ماسبق میں آچکے ہیں جیسے شیخ عبدالقادر شاہ ولی، شیخ شمس الدین داؤدی وغیرہ۔

خود امام عبدالوہاب شعرانی کو بھی امام سیوطی سے تمام مرویات اور تالیفات کی اجازت تھی گویا اس طرح امام شعرانی بھی امام سیوطی کے تلامذہ کی صف میں داخل ہیں۔ امام شعرانی خود بیان کرتے ہیں:

امام شعرانی کا واقعہ

امام سیوطی نے میرے والد کے ہاتھوں ایک ورق بھیجا جس میں اپنی تمام

مرویات اور مولفات کی مجھے اجازت دے رکھی تھی۔ پھر میں ان کی وفات سے قبل جب مصر آیا ان سے ایک بار ملا تو صحاح ستہ کی بعض حدیثوں اور المنہاج فی الفقہ سے کچھ تبرکات سنایا۔ پھر ایک ماہ بعد ان کے وصال کی خبر پہنچی تو نماز جمعہ کے بعد الروضہ میں شیخ احمد اباریتی کے پاس حاضر ہوا اور مصر قدیم میں جامع جدید کے پاس مؤمنین کے راستے میں امام سیوطی کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ (۹۹)

وصال

علم و فضل، زہد و تقویٰ، حکمت و دانائی اور تحقیق و تدقیق کا یہ عظیم عبقری ۶۱ سال ۱۰ ماہ اور ۱۸ دن زندگی گزار کر ۱۸ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ معمولی سے مرض بائیں بازو کے ورم میں مبتلا ہو کر ایک ہفتہ کے اندر اندر اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں باریاب ہو گیا اور باب القرافتہ کے باہر خوش قوصون میں ابدی نیند سو گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ

مراجع

- ۱- تفسیر الجلالین (ترجمہ الجلال السیوطی) ص ۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۲- دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، جلد ۱۱، ص ۵۳، ناشر دانش گاہ پنجاب، لاہور
- ۳- تفسیر الجلالین (ترجمہ الجلال السیوطی) ص ۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۴- الاقان مترجم (مقدمہ) امام سیوطی ج اول، ص ۳۸ ناشر ادارہ اسلامیات، لاہور
- ۵- مقدمہ تاریخ الخلفاء از علامہ شمس بریلوی ص ۱۱، ناشر اسلامک پبلشر، دہلی
- ۶- مقدمہ تاریخ الخلفاء از علامہ شمس بریلوی ص ۱۲، ناشر اسلامک پبلشر، دہلی
- ۷- دائرہ معارف اسلامیہ لاہور جلد ۱۱، ص ۵۳، ناشر دانش گاہ پنجاب، لاہور
- ۸- النضا نکھ الکبریٰ (مترجم) حصہ اول، تعارف امام سیوطی، ص ۱۱، ناشر حامد اینڈ کمپنی اردو بازار، لاہور
- ۹- مقدمہ الجلالین (ترجمہ الجلال السیوطی) ص ۱۰-۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت

- ۹- مقدمہ الجلالین (ترجمہ الجلال السیوطی) ص ۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۱۰- الخصائص الکبریٰ (مترجم) حصہ اول تعارف امام سیوطی، ص ۱۲، ناشر حامد اینڈ کمپنی اردو بازار، لاہور
- ۱۱- مقدمہ الجلالین (ترجمہ الجلال السیوطی) ص ۱۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۱۲- شرح الصدور (مترجم) از مولانا فیض احمد اویسی، ص ۱۴، ناشر شبیر برادرز، لاہور
- ۱۳- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۱۶، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۱۴- مقدمہ الجلالین (ترجمہ الجلال السیوطی) ص ۱۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۱۵- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۲۶، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۱۶- الخصائص الکبریٰ (مترجم) حصہ اول تعارف امام سیوطی، ص ۱۳، ناشر حامد اینڈ کمپنی اردو بازار، لاہور
- ۱۷- مقدمہ تاریخ الخلفاء از علامہ شمس بریلوی، ص ۱۵، ناشر اسلامک پبلشر، دہلی
- ۱۸- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۱۷، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۱۹- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۱۸، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۰- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۱۷، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۱- مقدمہ الجلالین (ترجمہ الجلال السیوطی) ص ۱۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۲۲- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۲۵، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۳- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۲۶، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۴- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۱۸، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۵- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۲۵، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۶- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۲۷-۲۶، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۷- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۲۸-۲۹، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۸- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۳۳-۳۲، مکتبہ الآداب، قاہرہ
- ۲۹- الطبقات الصغریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی، ص ۱۵، مکتبہ الآداب، قاہرہ

تنویر الحلق

فی

امکان رویۃ النبی ﷺ والملك

ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
 حمد و صلاۃ کے بعد: حالت بیداری میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
 زیارت کے تعلق سے اکثر سوال کئے گئے ہیں۔ معاصرین میں سے ایک جماعت جس
 کو علم میں کوئی برتری نہیں ہے نے اس کے انکار میں مبالغہ اور تعجب کیا ہے اور دعویٰ کیا
 ہے کہ یہ محال ہے۔ تو اس لئے میں نے اس کو تالیف کیا اور اس کا نام "تنویر الحلق
 فی امکان رویۃ النبی والملك" (تاریکی کو روشن کرنا نبی اور فرشتوں کو بالمشافہہ
 دیکھنے کے امکان کے بارے میں) رکھا۔

اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے ہم اس سے آغاز کر رہے ہیں جس کی

تخریج بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا:

حدیث: قال رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم: من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة، و لا یتمثل الشیطان بی۔

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو جلد ہی بیداری میں بھی دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح کی ایک حدیث طبرانی نے مالک بن عبد اللہ خلعی اور ابو بکر سے تخریج کی ہے اور داری نے اس کے مثل حضرت ابو قتادہ سے بھی تخریج کیا ہے۔

علماء کے نظریات

علماء نے فیرانی فی الیقظة کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔

(۱) کہا گیا ہے کہ اس کا معنی و مطلب یہ کہ فیرانی فی القيامة یعنی مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ اس قول کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ قیامت میں دیکھنے کی تخصیص میں کوئی فائدہ مضمّن نہیں ہے اس لئے کہ قیامت میں آپ کا ہر امتی آپ کو دیکھے گا جس نے آپ کو خواب دیکھا ہے یا نہیں دیکھا ہے۔

(۲) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ایمان لائے لیکن غائب ہونے کی وجہ سے زیارت سے مشرف نہیں ہو سکے تو یہ ان کے لئے بشارت ہے کہ اپنی موت سے پہلے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں ضرور کریں گے۔

(۳) ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم فسیرانی فی الیقظة (کہ مجھ کو بیداری میں جلد ہی دیکھے گا) اپنے معنی ظاہری پر ہے۔ تو جس نے آپ کو نیند میں دیکھا تو ضرور وہ اپنے سر کی آنکھ سے بھی دیکھے گا۔

(۴) ایک قول یہ بھی ہے کہ بعین قلبہ یعنی دل کی نگاہ سے دیکھے گا۔ یہ دونوں قول (۳ اور ۴) قاضی ابوبکر بن عربی نے بیان فرمایا ہے۔

(۵) امام ابو محمد ابن ابی حجرہ نے بخاری کی اس حدیث پر جو مذکور ہوئی تعلیق رقم فرماتے ہوئے بیان کیا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ جلد ہی بیداری میں بھی دیکھے گا۔

تو کیا یہ اپنے عموم پر ہے۔ یعنی حضور کی حیات ظاہری میں یا آپ کے وصال کے بعد دیکھے گا یا پھر صرف حیات میں دیکھے گا؟ کیا یہ مطلقاً ہر اس شخص کے لئے ہے جو آپ کو دیکھے یا خاص ان حضرات کے لئے ہیں جن کے اندر اہلیت ہے اور آپ کی سنت کی اتباع ہے؟ بہر حال لفظ عموم ہی کا فائدہ دے رہا ہے۔ (یعنی ہر ایک کو عام ہے اور حیات ظاہری و باطنی سب کو شامل ہے)

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص کئے بغیر جو بھی اس کی تخصیص کا دعویٰ کرے تو وہ بے بنیاد بات ہے۔ امام ابو محمد بن ابی حجرہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بعض حضرات سے اس حدیث کے عموم کی عدم تصدیق واقع ہوئی ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ جس کو عقل ہے یہ کیسے مان سکتا ہے کہ مرے ہوئے کو کوئی زندہ شخص عالم شہود میں دیکھے؟ (یعنی جو انتقال کر گیا ہے اس کو زندگی کی کیفیات کے ساتھ شہودی طور پر نہیں دیکھا جاسکتا) اس قول کے منع ہونے پر دو بڑی وجہیں ہیں (یعنی اس قول کے صحیح نہ ہونے کی دو بڑی وجہیں ہیں)

نمبر ایک: صادق و مصدوق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اپنی خواہشات سے کچھ نہیں فرماتے ان کے قول کی عدم تصدیق لازم آرہی ہے (اور یہ انتہائی خطرناک اور ہولناک چیز ہے اس سے ایمان جانے کا خدشہ ہے)

نمبر دو: قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ناواقفیت اور اس کا عاجز ہونا لازم آتا

ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے عالم بیداری میں اپنے محبوب کی زیارت نہیں کرا سکتا ہے) اس کی مثال ایسی ہے کہ گویا اس نے سورہ بقرہ میں گائے کا قصہ سنا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا کہ اس مردے کو گائے کے ٹکڑے سے مارو۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی مردے کو زندہ فرماتا ہے (۱) اور اسی طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور چاروں پرندوں کا قصہ نیز حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ (۲) تو جس ذات پاک نے گائے کے ایک ٹکڑے سے مردے کو مارنا زندگی کا سبب بنا دیا اور ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کو بلانا ان کی زندگی کا

(۱) مردہ اور گائے کا واقعہ:

بنی اسرائیل میں عاتیل نامی ایک مالدار کو اس کے چچا زاد بھائی نے قتل کر کے دوسرے کے دروازے پر ڈال دیا اور صبح کو اس کے خون کا دعویٰ دائر کر دیا۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ حقیقت حال ظاہر فرمادے۔ آپ نے حکم الہی حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا ایک ٹکڑا مقتول کو مارو۔ لوگوں نے گائے کے متعلق تفصیلات طلب کیا تو اس کو بھی حکم خداوندی سے واضح کر دیا گیا۔ چنانچہ گائے کو تلاش کیا گیا مل گیا اس میں وہ ساری صفتیں تھیں جس کی ضرورت تھی۔ گائے کو ذبح کر کے مقتول عاتیل کو گوشت کے ٹکڑے سے مارا گیا وہ زندہ ہو گیا اور اس نے بتایا کہ اس کو اس عجیبے بھائی نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بھی قصاص کے بدلے میں قتل کروا دیا۔ یہ تمام تفصیلات سورہ البقرہ آیت ۶۷ تا ۷۳ میں مذکور ہے۔ ۱۲ قر غفرلہ

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پرندوں کا زندہ ہونا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اطمینان قلب کے لئے رب کریم کی بارگاہ میں دعا کی کہ تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟ حکم الہی ہوا چار پرندوں کو لے کر ان کو ذبح کر دو اور ان کے گوشت ملادو۔ اور چار پہاڑ پر رکھ دو۔ سر اپنے پاس رکھو پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ آپ نے چار پرندے لئے مور، مرغ، کبوتر اور کوا۔ ان کو ذبح کیا پراکھاڑ دیے ان کے گوشت کے ٹکڑے کئے اور چاروں پہاڑوں پر رکھ دیا۔ البتہ سر اپنے پاس رکھا پھر بلایا تو سب کے گوشت اپنے اپنے سروں اور قالب میں ڈھل کر دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس آئے پھر آپ کے حکم دینے پر اڑ گئے۔ اس کی پوری تفصیل سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۶۰ میں مذکور ہے۔ تفصیل کے لئے خزائن العرفان اور روح البیان وغیرہ تفاسیر کا مطالعہ کیجئے۔ ۱۲ قر غفرلہ بقیہ اگلے صفحہ پر

سبب بنا دیا۔ اور اسی طرح سے عزیر علیہ السلام کے تعجب کو ان کی اور ان کے گدھے کی موت پھر سو سال کے بعد زندگی کا سبب بنا دیا تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کو بیداری میں زیارت کا سبب بنا دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آئینے میں رخ رسول دیکھا

بعض صحابہ کرام سے مذکور ہے۔ غالب گمان ہے کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ انہوں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو ان کو یہ حدیث پاک (جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا بیداری میں بھی دیکھے گا) یاد آگئی۔ اس کو وہ سوچتے رہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے۔ غالباً ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اپنے اس خواب کو وہاں بیان فرمایا۔ یہ ساری روواہن کر سیدہ ام المؤمنین میمونہ

حاشیہ پچھلے صفحہ کا:

حضرت عزیر علیہ السلام اور گدھے کا واقعہ:

جب بخت نصر نے بیت المقدس کو ویران کر کے یہودیوں کو قتل و گرفتار کیا تو حضرت عزیر علیہ السلام کا گزروہاں سے ہوا۔ آپ نے بطور تعجب رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ”موت کے بعد اب اللہ تعالیٰ ان کو کیسے زندہ فرمائے گا؟ پھر آپ نے آرام فرمانے کے لئے اپنے گدھے کو ایک جگہ باندھ دیا۔ آپ کے ساتھ توشہ میں پانی، کھجور اور انگوڑا کا جوس تھا۔ سو سال تک آپ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہے۔ آپ کی روح نکال لی گئی، گدھا مر گیا پھر فاس کے بادشاہوں میں سے ایک نے بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا رات بوجی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ جب آپ سوئے تھے تو صبح کا وقت تھا اور جب زندہ کئے گئے تو شام کا وقت تھا۔ آپ کا گدھا سرجل گیا تھا مگر توشہ اسی طرح تازہ تھا۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کتنے دن غمہ رہے؟ تو آپ نے عرض کیا ایک دن یا کچھ کم۔ آپ کا گدھا بھی زندہ کیا گیا آپ نے بیت المقدس کو آباد دیکھا۔ یہ ساری تفصیل سورہ بقرہ آیت ۲۵۹ میں موجود ہے۔ قرع غفرلہ

رضی اللہ عنہا انھیں اور جا کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئینہ لے آئیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: میں اس آئینے میں دیکھنے لگا تو اس میں میری صورت نظر نہ آئی البتہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ میں نے دیکھا۔

اور یہ بات مسلسل سلف و خلف سے ایک جماعت سے ذکر کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے حضور کو خواب میں دیکھا اور ان میں سے جن حضرات نے اس حدیث کی تصدیق کی تو اس کے بعد آپ کو بیداری میں بھی دیکھا ہے۔ اور بعض وہ امور جن میں ان حضرات کو تشویش تھی اس کے بارے میں حضور سے دریافت کیا تو آپ نے اس کے دفع کے بارے میں ان حضرات کو خبر بھی دی کہ کس طرح یہ تشویش زائل ہوگی، اس کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا۔ تو حضور نے ان کو جو بتایا تھا بلا کی و بیشی کے وہ اسی طرح ہوا۔ امام ابو محمد ابن ابی جمرہ نے فرمایا: اس (مذکورہ حدیث جس میں بیداری میں حضور کی زیارت کا ذکر ہے) کا انکار کرنے والا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ اولیائے کرام کی کرامت کی تصدیق کرے گا یا پھر اس کو جھٹلائے گا، تو اگر جھٹلانے والا ہو تو بحث ہی ختم ہوگئی، کیونکہ وہ اس چیز کو جھٹلا رہا ہے جو حدیث و سنت کی واضح دلیلوں سے ثابت ہے (تو اس کی بات سننے کے لائق نہیں)، اور اگر اس کی تصدیق کرنے والا ہے تو یہ اسی قبیل سے ہے (یعنی جس میں ہماری بحث ہے کہ عالم بیداری میں بھی حضور کی زیارت کرے گا) اس لئے کہ اولیائے کاملین کو عالم علوی و سفلی کی اشیاء کا کشف بطور خرق عادت کے بار بار ہوتا ہے تو اس تصدیق کے ساتھ انکار کی گنجائش نہیں۔ (حضرت ابن ابی جمرہ کا کلام ختم ہوا)

حضرت ابن ابی جمرہ علیہ الرحمہ کا یہ قول ان ذالک عام ولیس بخاص بمن فیہ الاہلیۃ والاتباع لسننتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یہ عام ہے، اہلیت والوں اور سنت کی اتباع کرنے والوں کے لئے خاص نہیں ہے)..... ان کی مراد یہ ہے کہ نیند میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرنے پر بیداری

میں بھی زیارت کا شرف حاصل ہوگا۔ تو یہ وعدہ کی ہوئی عالم بیداری کی زیارت ہوگی چاہے بھلے صرف ایک بار ہی ہو، کیونکہ یہ حضور کے وعدہ پاک کی تحقیق کے لئے ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ عام طور پر موت سے کچھ پہلے یہ زیارت ہوئی ہے، تو وعدہ رسول کو پورا کرنے کے لئے روح بدن سے اس وقت تک نہیں نکلتی جب تک زیارت نہیں ہو جاتی۔

رہ گئی بات ان کے غیر کی تو ان کو بھی زیارت ہوگی پوری زندگی میں چاہے زیادہ یا کم۔ ان کی کوششوں اور سنت پر محافظت کے اعتبار سے البتہ سنت کی پیروی میں کوتاہی یہ زیارت کے لئے بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

حدیث: حضرت امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث تخریج فرمائی:

قال: قال لی عمران بن حصین قد کان یسلم علی
حتی اکتویت فترك، ثم تركت الکی فعاد۔

ترجمہ: حضرت مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ کو سلام کیا جاتا تھا پھر میں نے داغ لیا تو سلام کیا جانا بند ہو گیا۔ اور جب میں نے دغوانا بند کر دیا تو سلام پھر شروع ہو گیا۔

حدیث: امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو حضرت مطرف ہی سے دوسرے طرق سے بیان فرمایا:

"عن مطرف قال بعث الی عمران بن حصین فی مرضه
الذی تسوفی فیہ فقال: انی محدثک فان عشت فاکتم
عنی و ان مت فحدث بها ان شئت انه قد سلم علی۔"

ترجمہ: حضرت مطرف سے مروی ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے جس مرض میں وفات پائی تو مجھ کو بلا بھیجا۔ (میں حاضر ہوا تو) بولے کہ میں تجھ کو بتاتا ہوں (یعنی

فرشتے مجھ کو سلام کرتے تھے) اگر میں زندہ رہوں تو اس کو چھپائے رکھنا اور اگر انتقال کر جاؤں تو اگر چاہو تو بیان کر سکتے ہو کہ مجھ پر سلام کیا جاتا تھا۔

امام نووی علیہ الرحمۃ کی تشریح

امام نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم شریف میں پہلی حدیث کا معنی بیان فرمایا کہ: ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بواسیر کا مرض تھا وہ اس کی تکلیف کو جھیلے رہے تو فرشتے ان کو سلام کیا کرتے تھے پھر انہوں نے اس کو دغوا لیا۔ اس کے بعد فرشتوں کا سلام کرنا بند ہو گیا۔ پھر جب انہوں نے اس کو دغوانا بند کر دیا تو پھر فرشتے ان کو سلام کرنے لگے۔“

دوسری حدیث کے بارے میں امام نووی نے فرمایا کہ: حضرت عمران بن حصین کا حضرت مطرف سے یہ فرمانا کہ فنان عشت فاکتم عنی (یعنی اگر میں زندہ رہوں تو اس کو چھپائے رکھنا) کیونکہ ایسی باتوں کا زندگی میں شائع ہو جانا فتنے کا باعث ہو سکتا ہے، بخلاف اس کے کہ موت کے بعد اگر ایسی باتیں عام ہوں تو فتنے کا ڈر نہیں رہتا۔

علامہ قرطبی کا قول

علامہ قرطبی نے شرح مسلم میں بیان فرمایا کہ: ”فرشتے ان کو سلام کرتے تھے ان کی تعظیم و احترام کے لئے جب تک انہوں نے بواسیر کو دغوا یا نہیں تھا مگر دغوانے کے بعد فرشتوں نے سلام کرنا چھوڑ دیا۔ تو اس میں اولیاء کی کرامتوں کا اثبات ہے۔“

حدیث: امام حاکم علیہ الرحمۃ نے مستدرک میں تخریج فرمایا اور اس کی تصحیح کی۔ مطرف بن عبد اللہ کے طریق سے روایت کرتے ہوئے حضرت عمران بن حصین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ آپ نے فرمایا:

”اے مطرف! یہ بات جان لو کہ فرشتے مجھ کو میرے سر کے پاس، گھر کے پاس اور کمرہ کے دروازے کے پاس سلام کیا کرتے تھے تو جب میں نے دغوا لیا تو وہ سلسلہ ختم ہو گیا پھر جب شفا یاب ہو گئے تو فرشتوں نے پھر آپ سے سلام کیا۔“

پھر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے مطرف! یہ بھی جان لو کہ وہ سلام پھر عود کرایا تھا (یعنی سلام پھر دوبارہ کیا جانے لگا تھا) میں اس کو اپنی موت تک چھپاتا۔ تو غور کرو کہ بوا سیر کو دغوانے کی وجہ سے عمران بن حصین فرشتوں کے سلام کئے جانے سے کیسے روک دیے گئے۔ حالانکہ ان کو اس مرض میں اس علاج (بوا سیر کو دغوانے) کی شدید ضرورت تھی تو یہ سلام کیوں رکھا؟ کیونکہ بوا سیر کا دغوانا یہ خلاف سنت تھا۔

امام بیہقی کا قول

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بیان فرمایا:

”اگر دغوانا حرام ہوتا تو جانتے ہوئے حضرت عمران نہ دغواتے چہ جائیکہ وہ مکروہ کا ارتکاب کریں۔ تو فرشتہ ان کو سلام کرنا چھوڑ دے جس سے ان کو غم و اندوہ ہوا پھر امام بیہقی نے یہ بھی فرمایا کہ:

”پھر یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ سلام کا یہ سلسلہ ان کی موت سے قبل دوبارہ پھر شروع ہو گیا تھا (امام بیہقی کی بات ختم ہوئی)“

علامہ ابن اشیر کا قول

علامہ ابن اشیر نے نہایۃ میں کہا:

”فرشتے ان (عمران بن حصین) کو سلام کرتے تھے تو جب انہوں نے

اپنے مرض کی وجہ سے بوا سیر کو دغوا لیا تو فرشتوں نے سلام کرنا چھوڑ دیا اس لئے کہ وہ (دغوانا) یہ توکل اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سپردگی نیز بندے کی آزمائش پر صبر اور اللہ تعالیٰ سے طلب شفاء کے منافی ہے۔ رہ گئی بات دغوانے کے جواز کی تو اس میں کوئی عیب نہیں۔ ہاں توکل کے لئے یہ عیب ہے۔ اس لئے کہ توکل حصول اسباب کے باوجود ایک بلند درجہ ہے۔“

حدیث: ابن سعد نے طبقات میں حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ: ”فرشتے عمران بن حصین سے مصافحہ کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے دغوا لیا تو ان سے کنارہ کش ہو گئے۔“ (مصافحہ کرنا چھوڑ دیا) حدیث: ابو نعیم نے دلائل میں یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا اور ارشاد فرمایا:

”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل کوئی صحابی بصرہ میں نہیں تشریف لایا۔ ان کے پاس تیس (۳۰) سال فرشتے آتے رہے اور ان کے گھر کے اطراف سے ان کو سلام کرتے رہے۔

حدیث: امام ترمذی نے اپنی تاریخ میں، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں غزالہ سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو حکم دیتے کہ گھر کو صاف رکھیں اور ہم ان پر سلام سنتے تھے (کہ کوئی کہہ رہا ہے) السلام علیکم، السلام علیکم مگر ہم کسی کو دیکھتے نہیں تھے۔۔۔۔۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ فرشتوں کا سلام ہے۔“

امام غزالی کا قول:

حجتہ الاسلام ابو حامد غزالی علیہ الرحمۃ نے کتاب المنقذ من الضلال میں فرمایا: ”پھر جب میں علوم سے فارغ ہوا تو میں نے اپنی توجہ صوفیا کے طریق کی طرف مبذول کی اور وہ قدریں جو میں ذکر رہا ہوں کہ اس سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ میں نے یقین سے جان لیا کہ صوفیا ہی اللہ کے راستہ کے سالک ہیں۔ ان کی عادات و اطوار سب سے اچھی عادات و اطوار ان کا طریقہ سب سے اچھا طریقہ اور ان کے اخلاق سب سے اچھے اخلاق ہیں۔ بلکہ اگر سارے عاقلوں کی عقلیں، داناؤں کی حکمتیں اور شریعت کے رموز کے واقف کار علما کا علم جمع ہو کر ان صوفیا کے اخلاق و عادات اور سیرت میں کچھ تبدیلی کرنا چاہیں جو ان سے اچھی ہوں تو نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی ظاہر و باطن کی ساری حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت کے نور سے فیض یافتہ اور مقنس ہوتی ہیں اور روئے زمین پر انوار نبوت کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس سے روشنی حاصل کی جائے۔

..... امام غزالی نے یہاں تک فرمایا..... یہی وہ لوگ ہیں جو عالم بیداری میں ملائکہ اور انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح کو مشاہدہ کرتے ہیں ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں پھر صورتوں اور مثالوں کے مشاہدہ کی حالت سے اس درجہ تک ترقی کر جاتے ہیں جہاں قوت گویائی تنگی محسوس کرنے لگتی ہے۔ یہ امام غزالی کا کلام تھا۔

قاضی ابوبکر بن عربی کا قول

امام غزالی کے شاگرد رشید قاضی ابوبکر بن عربی جوائمہ مالکیہ میں سے ایک ہیں نے اپنی کتاب قانون التاویل میں فرمایا: ”صوفیا اس طرف گئے ہیں کہ جب انسان کو نفس کی طہارت، دل کا تزکیہ، قطع

تعلقات، اسباب دنیا کے مادوں یعنی جان و مال سے بیزاری، ہم جنسوں کے میل ملاپ سے رکاوٹ اور دائمی علم و عمل مستمر کے ساتھ کلیۃ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے تو ان کے دلوں کا کشف ہوتا ہے اور وہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں ان کی باتیں سنتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح سے مطلع ہوتے ہیں اور ان کے کلام کو سماع کرتے ہیں۔ پھر قاضی ابوبکر ابن عربی یعنی امام غزالی کے شاگرد رشید نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

”اور انبیاء و ملائکہ کا دیکھنا، ان کی بات کا سننا مومن کے لئے بطور کرامت ممکن ہے اور کافر کے لئے بطور سزا۔“ (ابن عربی کا کلام ختم ہوا)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور ابن حاج کے اقوال

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے القواعد الکبریٰ میں اور ابن حاج نے المدخل میں بیان فرمایا:

”عالم بیداری میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ایک تنگی کا باب ہے۔ (یعنی اس میں مشکلات بہت ہیں) ہاں اس کو یہ شرف حاصل ہو سکتا ہے جو صفت عزیز پر ہو (یعنی تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر ہو) مگر اس زمانے میں یہ بہت کم میسر ہے بلکہ عموماً یہ معدوم ہے۔

باوجود اس کے ہم اس کے منکر نہیں ہیں جن کو یہ اعزاز حاصل ہو جائے جیسے ہمارے اکابرین۔ اللہ تعالیٰ نے جن کی ظاہر و باطن میں حفاظت فرمائی (یعنی انہوں نے بیداری میں زیارت فرمائی)

پھر فرمایا: بعض علمائے ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ: **سوال:** فنا ہونے والی آنکھ باقی رہنے والی ذات کو نہیں دیکھ سکتی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار بقائیں ہیں اور دیکھنے والا دار فنا میں۔

جواب: سیدی ابو محمد بن ابی حمزہ اس اشکال کا حل فرماتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ: بندہ مومن موت کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا۔ وہ لایموت ہے (یعنی اس کو موت نہیں) جبکہ ان میں سے ہر ایک ہر روز ستر مرتبہ مرتا ہے۔

قاضی شرف الدین ہبۃ اللہ کا قول

قاضی شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم بارزی نے ”کتاب توثیق عری الایمان“ اور امام تہمتی نے ”کتاب الاعتقاد“ میں فرمایا:

”انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح قبض کئے جانے کے بعد پھر ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں، تو وہ شہیدوں کی طرح اپنے رب کے حضور زندہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (معراج کی رات) ان کی ایک جماعت کو دیکھا اور اس کی خبر دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر سچی ہے کہ ہمارے درود حضور پر پیش کئے جاتے ہیں اور سلام پہنچائے جاتے ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے۔

حضرت بارزی علیہ الرحمہ نے مزید فرمایا:

ہمارے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی اولیائے کاملین کی ایک جماعت کے بارے میں سنا گیا کہ ان حضرات نے حضور کے وصال کے بعد آپ کو بیداری کے عالم میں زندہ دیکھا۔ حضرت بارزی نے فرمایا یہ شیخ الاسلام شیخ الامام ابو البیان نباء بن محمد بن محفوظ دمشقی نے اپنی نظم میں بیان فرمایا۔ (حضرت بارزی کا کلام ختم ہوا)

شیخ اکمل الدین بابر ترقی حنفی کا قول

شیخ اکمل الدین بابر ترقی حنفی علیہ الرحمۃ نے شرح المشارق میں حدیث من رانی کے باب میں فرمایا کہ:

”دو شخصوں کا عالم خواب و بیداری میں اتحاد ماہیت کے حصول کے لئے اجتماع کے پانچ اصول کلیہ ہیں:

”اشتراک فی الذات یا صفت تو اس سے اوپر یا اشتراک فی الحال پھر اور اوپر یا اشتراک فی الافعال یا اشتراک فی المراتب اور دو چیزوں یا دو چیزوں سے زیادہ اشیاء کے درمیان جو مناسبت سمجھی جاتی ہے وہ ان پانچ سے خارج نہیں ہوگی۔ اختلاف کی صورت میں اپنی قوت و ضعف کے اعتبار سے یہ اجتماع کم و بیش ہوا کرتا ہے اور کبھی اس کے مقابل میں یہ اجتماع قوی ہو جاتا ہے۔ تو محبت کی قوت اس حیثیت کی ہو جاتی ہے کہ دونوں شخصیتیں (یعنی خواب میں یا بیداری میں دیکھنے والا اور جس کو دیکھا جا رہا ہے) جدا ہوتی محسوس نہیں ہوتیں۔ اور کبھی اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے تو جس کو یہ اصول خمسہ حاصل ہو جائیں پھر اس کے اور گزری ہوئی کامل روح کے درمیان مناسبت بھی ثابت ہو جائے تو پھر ان کا اجتماع جب چاہیں ہو جاتا ہے۔

شیخ صفی الدین ابن ابی منصور کا قول

شیخ صفی الدین ابن ابی منصور نے اپنے رسالہ اور شیخ عقیف الدین یافعی نے ”روض الریاحین“ میں فرمایا کہ:

”شیخ کبیر، مشائخ عارفین کے قائد اور اپنے زمانہ والوں کے لئے برکت حضرت ابو عبد اللہ قرشی نے فرمایا: جب ملک مصر میں بہت زیادہ کساد بازاری (مہنگائی) ہوئی تو میں دعا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ مجھ سے فرمایا گیا کہ دعا نہ کرو اس معاملہ میں تم میں سے کسی کی بھی دعا نہیں سنی جائے گی پھر میں نے ”شام کا سفر کیا اور سیدنا غلیل اللہ علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب پہنچا تو آپ سے میری ملاقات ہو گئی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: مصر والوں کے لئے اپنے پاس دعا سے میری ضیافت فرمائیے تو حضرت نے دعا فرمائی اور اہل مصر سے یہ مہنگائی ختم ہوئی۔

حضرت یافعی فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ قرشی کا قول ”تلقانی الخلیل“ (یعنی حضرت خلیل علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی) یہ قول حق ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو ان اولیائے کاملین پر وارد ہونے والے ان احوال کی معرفت سے جاہل ہوگا جن سے وہ ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو مردہ نہیں زندہ دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو زمین (قبر شریف) میں دیکھا نیز ان کو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو آسمانوں میں دیکھا اور ان سے خطبات بھی سماعت کیا تو اب یقیناً یہ بات ثابت ہوگی کہ جو انبیاء علیہم السلام کے لئے بطور معجزہ جائز ہے وہ اولیائے کرام کے لئے بطور کرامت بھی جائز ہے۔ مگر چیلیج کے طور پر نہیں کیونکہ تحدی (چیلیج) انبیاء کے لئے ہوتی ہے۔

سیدی غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں بیان فرمایا کہ: شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہر سے قبل دیکھا، آپ نے فرمایا: بیٹے! تم کلام (تقریر) کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: ابو حضور! میں ایک محمی شخص ہوں، بغداد کے فصیحوں کے سامنے کیسے گفتگو (تقریر) کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: منہ کھولو! میں نے منہ کھول دیا، تو آپ نے سات بار اپنا لعاب اقدس میرے منہ میں ڈالا، پھر فرمایا: لوگوں سے کلام (تقریر) کیا کرو اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور وعظ حسن سے لوگوں کو بلایا کرو۔ پھر میں نے ظہر ادا کیا اور بیٹھ گیا۔ ایک خلق کثیر میرے پاس حاضر ہو گئی مگر مجھ کو پھر التباس ہونے لگا (یعنی خوف کے سبب ہمت نہیں رہی تھی) تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مجلس میں میرے سامنے جلوہ فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا کہ

خوف کے سبب باتیں ملتیس (گڈڈ) ہو گئی ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: منہ کھولو میں نے منہ کھول دیا تو آپ نے چھ بار اپنا لعاب پاک میرے منہ میں ڈالا، میں نے عرض کیا آپ سات کیوں نہیں پورا فرما رہے ہیں، تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے پھر وہ پوشیدہ ہو گئے تو میں نے کہا:

”فکر کا غوطہ خوردل کے سمندر میں عارفوں کے موتی کے لئے غوطہ خوری کرتا ہے تو اس کو سینے کے ساحل پر نکال لاتا ہے۔ پھر زبان کی ترجمانی کرنے والا دلال اس کی بولی لگاتا ہے تو ان گھروں میں جن کو اللہ تعالیٰ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے نفیس قیمتوں یعنی حسن طاعت کے ذریعہ اس کی خریداری کی جاتی ہے۔“

شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہرملکی

شیخ سراج الدین بن الملقن نے شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہرملکی کے ترجمے میں بھی بیان فرمایا کہ وہ سوتے جاگتے کثرت سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اکثر کام خواہ سوتے یا جگتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلقین و حکم سے ہوا کرتے تھے اور انہوں نے ایک رات میں سترہ (۱۷) مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی۔ انہیں خوابوں میں سے کسی ایک خواب میں آقا نے فرمایا:

”اے خلیفہ! میری طرف سے دل تنگ اور بیقرار نہ ہوا کر۔ بہت سارے اولیاء میری زیارت کی حسرت لئے موت سے ہمکنار ہو گئے۔ (مگر دیدار سے محروم رہ گئے)

کمال اذفری کا قول

کمال اذفری نے الطالع السعید کے اندر صفی بن عبد اللہ محمد بن یحییٰ اسوانی جو خیم میں قیام پذیر تھے اور ابو یحییٰ بن شافع کے اصحاب میں سے تھے نیز صلاح کے ساتھ مشہور تھے کے تذکرہ میں بیان فرمایا کہ:

”ان کے بہت سارے مکاشفات و کرامات ہیں۔ ان کے بارے میں ابن دقیق العید، ابن نعمان اور قطب قسطلانی نے لکھا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت فرماتے تھے اور آپ کے ساتھ اجتماع بھی فرماتے۔

شیخ عبدالغفار بن نوح قوصی کا قول

شیخ ابویحییٰ ابو عبد اللہ اسوانی مقیم انیم کے اصحاب میں سے شیخ عبدالغفار بن نوح قوصی نے اپنی کتاب الوحید میں بیان کرتے ہوئے خبر دی کہ وہ یعنی شیخ ابویحییٰ ابو عبد اللہ اسوانی ہر گھڑی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت فرماتے رہتے تھے حتیٰ کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی تھی جس کی خبر حضور نے نہ دی ہو۔

ایک اور قول

اسی کتاب الوحید میں یہ بھی بیان فرمایا کہ:

”شیخ ابوالعباس مرسی کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا تعلق تھا کہ جب شیخ ابوالعباس حضور پر سلام عرض کرتے تو آقا اس کا جواب دیا کرتے تھے اور جب حضور سے گفتگو کرتے تو آقا اس کا جواب دیتے۔

شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ کا قول

شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ نے لطائف الممنن میں بیان کیا کہ:

”ایک شخص نے حضرت شیخ ابوالعباس مرسی سے کہا: سیدی! آپ اپنے اس ہاتھ سے مجھ کو مصافحہ کا شرف بخشے، کیونکہ آپ نے مختلف شہروں میں متعدد اولیائے کاملین سے ملاقات کی ہے، تو حضرت شیخ مرسی علیہ الرحمہ نے فرمایا: قسم خدا کی اس ہاتھ سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میں نے اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا ہے۔“

علاوہ ازیں شیخ مرسی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

”اگر پلک جھپکنے بھر کے لئے بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری

نظروں سے اوجھل ہو جائیں تو میں خود کو مسلمانوں میں نہ شمار کروں۔“

شیخ صفی الدین ابن ابی منصور کا قول

شیخ صفی الدین ابن ابی منصور نے اپنے رسالہ میں اور شیخ عبدالغفار نے الوحید میں شیخ ابوالحسن دناقی سے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے شیخ ابوالعباس طہی نے یہ بات بتائی کہ:

پہلا واقعہ

”میں سیدی احمد بن رفاعی علیہ الرحمۃ کے پاس مرید ہونے کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: میں تمہارا شیخ نہیں ہوں تمہارے شیخ قنادالے عبدالرحیم ہیں۔ فرمایا: تو میں نے قنا کا سفر کیا اور حضرت شیخ عبدالرحیم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، انہوں نے پوچھا۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا؟ میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: اچھا تم بیت المقدس چلے جاؤ تاکہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان لو۔ پھر میں بیت المقدس گیا تو جیوں ہی میں نے بیت المقدس میں قدم رکھا اچانک دیکھتا ہوں کہ آسمان وزمین، عرش و کرسی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں پھر شیخ عبدالرحیم کے پاس لوٹ آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا؟ میں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا: اب تیری طریقت مکمل ہوگئی۔ کوئی قطب، اودا داو رولی اسی وقت قطب، اودا داو رولی ہو سکتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہو۔

دوسرا واقعہ

اسی کتاب الوحید میں فرمایا کہ:

مکہ مکرمہ میں جن شخصیتوں کو میں نے دیکھا انہیں میں سے ایک شیخ عبداللہ

دلا سی ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ:

”پوری عمر میں ان کی صرف ایک نماز صحیح ہوئی۔ وہ اس طرح کہ صبح کی نماز میں میں مسجد حرام میں تھا۔ جب امام نے تکبیر تحریمہ پڑھی میں نے بھی پڑھی (یعنی نیت باندھ لی) تو کسی نے مجھے زور سے پکڑا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے پیچھے دس۔ میں نے انہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لی۔ یہ واقعہ ۶۷۳ھ کا ہے تو حضور نے پہلی رکعت میں سورہ المدثر اور دوسری میں عم یتساء لون تلاوت فرمائی۔ پھر جب سلام پھیرا تو یہ دعا مانگی:

اللهم اجعلنا هداة مهديين غير ضالين ولا مضلين
لا طمعاً في برك ولا رغبة فيما عندك لان لك المنه
علينا بايجادنا قبل ان لم نكن۔ فلك الحمد على ذلك
لا اله الا انت۔

ترجمہ: اے اللہ! ہم کو ہدایت والا، ہدایت کرنے والا بنادے۔ گمراہ اور گمراہ گرد نہ بنا۔ نہ تو حصول خیر کی خواہش اور نہ ہی اس کی رغبت جو تیرے پاس ہے (یعنی خالص اپنی ذات کی الفت عطا فرما) کیونکہ ہمارے موجود ہونے سے پہلے عدم سے ہمیں وجود بخشایہ تیرا احسان ہے تو اس پر تیری حمد ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے۔

تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو گئے۔ امام نے سلام پھیر دیا میں سلام پھیرنے سے غافل ہو گیا (یعنی حضور کی زیارت کی محویت اس قدر تھی) پھر سلام پھیرا۔

تیسرا واقعہ

شیخ صفی الدین علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ہی میں فرمایا کہ مجھ سے شیخ ابو العباس حرار نے فرمایا:

”ایک بار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، میں نے آپ کو اولیاء کے لئے ولایتوں کا فرمان لکھتے ہوئے فرمایا۔ انہیں فرمانوں میں سے ایک فرمان

میرے بھائی محمد علیہ الرحمہ کے لئے بھی تھا۔ شیخ صفی نے فرمایا کہ شیخ کے یہ بھائی ولایت میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے چہرے پر ایسا نور تھا جس سے ان کی ولایت چھپ نہیں پاتی تھی۔ ہم نے اس کے متعلق شیخ سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر پھونک مارا تھا یہ نور اسی پھونک کا اثر ہے۔

چوتھا واقعہ

شیخ صفی الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا میں نے شیخ کبیر ابو عبد اللہ قرطبی جو شیخ قرشی کے اجلہ اصحاب میں سے ہیں جن کی اکثر اقامت مدینہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رہتی ہے۔ ان کا خصوصی تعلق حضور کی بارگاہ سے ہے، گفتگو، سلام کا جواب سب کچھ آپ کی بارگاہ سے ہوتا رہتا ہے۔ ان کو میں نے دیکھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامہ مبارکہ لے کر والی مصر الملک الکامل کے پاس مصر گئے۔ یہ نامہ مبارکہ ان کو دیا اور مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ مصر میں کسی کو دیکھا۔ تو فرمایا کہ شیخ قرشی کے خاص اصحاب میں سے شیخ ابو العباس قسطلانی کو دیکھا جو اپنے وقت کے مصر کے زاہد تھے۔ ان کی آخری عمر کے اکثر اوقات مکہ مکرمہ میں بسر ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ شیخ ابو العباس ایک بار حضور کی بارگاہ میں باریاب ہوئے تو آپ نے فرمایا: "اخذ الله بيدك يا احمد" (اے احمد اللہ تیری مدد فرمائے)

گرد کعبہ انبیاء و اولیاء کا ہجوم

حضرت امام یافعی نے روض الریاحین میں بیان کیا کہ ”مجھے بعض حضرات نے بتایا کہ وہ کعبہ شریف کے گرد ملائکہ، انبیاء اور اولیاء کو دیکھتے ہیں اور اکثر یہ منظر جمعہ کی رات، پیر کی رات اور جمعرات کی رات کو دیکھا جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت ساری جماعتوں کو شمار بھی کیا اور یہ بھی بتایا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک مخصوص

جگہ پر دیکھتے ہیں۔ وہ کعبہ شریف کے ارد گرد ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے پیروکار، اہل خانہ، قرابت دار اور اصحاب بھی ہوتے ہیں۔

اور بیان کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے شمار اولیاء اللہ کا اجتماع ہوتا ہے جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم۔ اتنا بڑا مجمع کسی اور نبی کے ساتھ نہیں ہوتا۔

اور بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد مقام ابراہیم کے مقابل کعبہ شریف کے دروازے کے قریب بیٹھتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت دونوں رکن یمانی (یعنی یمان و شامی) کے درمیان ہوتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ایک جماعت حجر اسود کی طرف ہوتی ہے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اہل بیت، صحابہ کرام اور امت کے اولیاء کے ساتھ رکن یمانی کے پاس تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (عبارت ختم ہوئی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث کی تصحیح فرمائی

بعض اولیائے کاملین نے واقعہ بیان کیا کہ وہ ایک فقیہ (عالم) کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس فقیہ نے ایک حدیث روایت کی تو اس ولی نے کہا: یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے پوچھا آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ حدیث باطل ہے؟ تو ولی نے جواب دیا یہ آپ کے سر کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں کہ ”میں نے اس کو نہیں کہا ہے۔ پھر اس فقیہ کو بھی کشف ہوا اور اس نے بھی حضور کو دیکھا۔

سید علیہ الرحمۃ کا واقعہ

حضرت ابن فارس علیہ الرحمۃ کی کتاب المنع الالہیہ فی مناقب السادة الوفائہ میں ہے: آپ نے فرمایا کہ: ”میں نے سیدی علی علیہ الرحمۃ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ:

”میں پانچ سال کا تھا ایک صاحب جن کو شیخ یعقوب کہا جاتا تھا ان کے پاس قرآن پاک پڑھنے آتا جاتا تھا۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کے عالم میں نہ کہ سوتے ہوئے دیکھا۔ ان کے بدن پاک پر سوتی کپڑے کی سفید قمیص تھی پھر میں نے اپنی قمیص کو بھی دیکھا۔ حضور نے فرمایا: پڑھو میں نے حضور کو سورہ والضحیٰ اور الم نشرح سنایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پوشیدہ ہو گئے۔ جب میں اکیس (۲۱) سال کا ہو گیا تو قراۃ (جگہ کا نام) میں صبح کی نماز کی تکبیر تحریرہ پڑھی ہی تھی کہ حضور کو اپنے سامنے تشریف فرما دیکھا۔ آپ نے مجھ سے معاف فرمایا اور پھر فرمایا واما بنعمة ربك فحدث تواسی وقت سے مجھ کو آپ کی زبان مل گئی۔

امام رفاعی علیہ الرحمۃ اور دست بوسی حضور

بعض مجامع میں ہے۔ سیدی احمد رفاعی علیہ الرحمۃ نے حج کیا، جب حجرہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ شعر پڑھا:

فی حالة البعد روحی كنت ارسلاها

تقبل الارض عنی فہی ناثبتی

وہذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت

فامدد یمینک کی تحظی بہا شفتی

ترجمہ: ”یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جب میں دور تھا تو اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا وہ

میری نائب ہو کر زمین کو بوسہ لیتی تھی۔ اب میں سراپا ادب بن کر در کرم پر حاضر

ہوا ہوں دست انور بڑھائے تاکہ میرے ہونٹ اس کو بوسہ دے سکیں۔

تو قبر انور سے دست مبارک باہر نکلا اور آپ نے ان کو چوما۔

سید نور الدین الایچی کو سلام کا جواب

شیخ برہان الدین بقائی کی معجم میں ہے، مجھ سے بیان کیا امام ابو الفضل بن ابو الفضل نویری نے کہ:

شریف عقیف الدین کے والد سید نور الدین الایچی جب روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته تو جو لوگ وہاں حاضر تھے قبر انور سے سنا۔ و عليك السلام یا ولدی۔

شیخ ابو بکر دیار بکری علیہ الرحمہ

حافظ محبت الدین بن نجار نے اپنی تاریخ میں بیان کیا کہ مجھ کو مبارک بن عبد اللہ بن محمد بن نصوری نے بتایا۔ انہوں نے فرمایا، میرے شیخ ابو نصر عبد الواحد بن عبد الملک بن محمد بن ابوسعید صوفی کرخی نے واقعہ سنایا کہ:

”میں نے حج کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت فرمایا۔ میں حجرہ مبارکہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اسی دوران شیخ ابو بکر دیار بکری تشریف لائے اور رسول اکرم کے موجبہ شریفہ میں کھڑے ہو کر عرض کیا۔ السلام عليك یا رسول اللہ، تو میں نے بھی اور جو لوگ وہاں حاضر تھے، انہوں نے بھی سنا“ و عليك السلام یا ابابکر۔“

ایک ہاشمی خاتون کا واقعہ

امام شمس الدین محمد بن موسیٰ بن نعمان کی کتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یوسف بن علی الزناتی کو واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ:

”ایک ہاشمی خاتون جو مدینہ منورہ میں مجاور تھیں۔ بعض خادم ان کو تکلیف دیتے

تھے۔ ان خاتون نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا (مدد مانگی) تو روضہ انور سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا کیا تمہارے لئے میرا اسوۂ نہیں ہے؟ جیسے میں نے صبر کیا تھا تو بھی صبر کر، اس طرح کے کلمات تھے۔ ان خاتون نے بتایا کہ میں جس کرب اور اذیت میں تھی وہ زائل ہو گیا اور وہ تینوں خادم جو مجھ کو ستاتے تھے مر گئے۔

روضہ انور پر اعرابی کی فریاد اور بشارت

ابن سمعانی نے کتاب الدلائل میں فرمایا کہ ابو بکر ہبۃ اللہ بن الفرج نے خبر دی کہ مجھ کو ابو القاسم یوسف بن محمد بن یوسف الخطیب نے خبر دی۔ انہوں نے کہا مجھ کو ابو القاسم عبدالرحمن بن عمر بن حمیم المودب نے بتایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی علی بن ابراہیم بن علان نے، انہوں نے کہا مجھ کو خبر دی علی بن محمد بن علی نے، انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی احمد بن یثیم الطائفی نے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے سلمہ بن کھیل سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی وہ ابوصادق سے روایت کرتے ہیں اور وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ:

”حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) ہمارے پاس آیا اور خود کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور پر گرا دیا اور قبر پاک کی مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا ”یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہم نے آپ کی بات سنی، جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے محفوظ فرمایا اس کو ہم نے آپ سے سن کر محفوظ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو نازل فرمایا (یعنی قرآن مقدس) اس میں ہے:

”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔“

(نساء آیت ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (کنز الایمان)

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میری شفاعت فرمائیں۔ تو قبر انور سے بشارت دی گئی۔ یقیناً تم کو بخش دیا گیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت ابن سمعان فرماتے ہیں میں نے امام عماد الدین بن اسماعیل بن ہبہ اللہ بن باطیش کی کتاب مزیل الشبہات فی اثبات الکرامات میں دیکھا۔ جس میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نیز مابعد کے لوگوں کے آثار نقل کئے گئے ہیں انہیں میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی ہے کہ:

”جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے (وراثت کے معاملہ میں) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تیرے یہ دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: میرے دونوں بھائی تو محمد اور عبدالرحمن ہیں۔ دو بہنیں کون ہیں؟ میری تو صرف ایک بہن اسماء ہیں۔ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا زواہد بنت خارجہ (بعض روایتوں میں حبیبہ بنت خارجہ آیا ہے۔ قر) کے پیٹ میں بیٹی ہے۔ یہ دل میں ڈال دیا گیا ہے تو ان سے ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت

انہیں آثار میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساریہ کا قصہ ہے۔ جب خطبہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا یاساریہ الجبل الجبل (اے ساریہ! پہاڑ پہاڑ) تو نہاد میں ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ کلام حضرت ساریہ کو سنوا دیا۔

اور اسی طرح مصر میں دریائے نیل میں آپ کے خط کے ڈالے جانے اور خشک ہونے کے بعد نیل کے جاری ہونے کا واقعہ ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

انہیں آثار میں سے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے:

”عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب آپ محصور تھے تو میں آپ کے پاس آیا تاکہ سلام کروں تو آپ نے فرمایا: مرحبا یا انی! برادر م، خوش آمدید۔ میں نے ابھی اس روشندان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ نے پوچھا، اے عثمان! لوگوں نے تم کو محصور کر دیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا: تم کو پیسا رکھا ہے؟ میں نے کہا جی، تو آپ نے ایک ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا میں نے اس سے پیا تو سیراب ہو گیا۔ میں اس کی ٹھنڈک اپنے دونوں چھاتیوں اور مونڈھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا، اگر تم چاہو تو تمہاری مدد کی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے ساتھ آ کر افطار کرو۔ تو میں آپ کے ساتھ افطار کو اختیار کیا۔ تو اسی دن آپ کو شہید کر دیا گیا۔ (امام عطاء الدین کی بات ختم ہوئی) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قصہ بہت مشہور ہے، جس کی حدیث کی کتابوں میں تخریج کی گئی ہے۔ اس کو ابن ابی اسامہ نے اپنی مسند وغیرہ میں تخریج فرمایا ہے۔ مصنف نے یہ واقعہ بیداری میں زیارت کا بھی سمجھا ہے ورنہ کرامت کے ضمن میں اس کا بیان کرنا صحیح نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کرامات اولیاء کا منکر اس کا انکار کرتا۔

ابوالحسنین محمد بن سمعون کا واقعہ

اسی کتاب میں ذیل الشبہات میں حضرت ابوالحسنین محمد بن سمعون بغدادی صوفی کا واقعہ بھی ہے۔ ابوطاہر محمد بن علی العلاف نے فرمایا کہ میں ایک دن ابوالحسنین

محمد بن سمعون کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ وہ کرسی پر جلوہ فرما خطاب فرما رہے تھے اور ابوالفتح القواسی کرسی کے پہلو میں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ تو اچانک حضرت ابوالحسین نے وعظ روک دیا۔ یہاں تک کہ ابوالفتح بیدار ہو گئے اور اپنے سر کو اٹھایا تو حضرت ابوالحسین نے فرمایا: ابھی تم نے اپنی نیند میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ تو ابوالفتح نے کہا جی، تو آپ نے فرمایا: اسی خوف سے میں نے وعظ روک دیا کہ کہیں تم جگ نہ جاؤ اور یہ منظر منقطع ہو جائے۔ (عبارت ختم ہوئی) اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سمعون نے زیارت مبارکہ بیداری میں کی اور ابوالفتح نے نیند میں۔

ابن ثابت کا واقعہ

ابوبکر بن ابی ابیض نے اپنے جزء میں فرمایا: میں نے ابوالحسن سے سنا۔ انہوں نے کہا مجھے جمال زاہد نے یہ بات بتائی کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے حدیث بیان کیا:

”مکہ مکرمہ میں ایک شخص تھا جن کو ابن ثابت کے نام سے جانا جاتا تھا۔ وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ساٹھ (۶۰) سال صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام عرض کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ سلام عرض کر کے لوٹ آتے تھے۔ ایک سال کسی مصروفیت یا کسی اور سبب سے حاضر بارگاہ نبوی نہ ہو سکے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ حجر اسود کے پاس بیٹھے اونگھ رہے تھے کہ اچانک دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں۔ اے ابن ثابت! تم نے ہماری زیارت نہیں کی تو ہم تم کو دیکھنے چلے آئے۔“

عالم بیداری میں رویت نبوی پر تنبیہات

اول: امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، بیداری میں زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر قلب کے ذریعہ ہوتی ہے پھر ترقی کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ جاتی

ہے کہ آنکھوں سے زیارت ہونے لگتی ہے اس پر بحث قاضی ابوبکر بن عربی کے کلام میں گزر چکی ہے۔ لیکن آنکھوں سے زیارت کا یہ مرحلہ اس طرح نہیں ہوتا ہے جو لوگوں میں متعارف ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ جمعیت حالیہ، حالت برزخیہ اور ایک وجدانی امر ہے۔ اس کی حقیقت کو وہی جان سکتا ہے جو اس مرحلہ سے گزر چکا ہو۔ شیخ عبداللہ دلاصی علیہ الرحمہ کے بیان میں گزر چکا کہ:

”جب امام نے تحریمہ باندھی تو میں نے بھی تحریمہ باندھ لی۔ پھر کسی نے مجھ کو پوری طرح پکڑ لیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔“

اس حالت کی طرف شیخ دلاصی علیہ الرحمہ نے اپنے قول: اخذتني اخذاً سے اشارہ کیا ہے کہ کسی نے مجھے پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔
دوم: زیارت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیات جو اباب احوال (یعنی زیارت فرمانے والے حضرات) بیان فرماتے ہیں تو یہ دیدار جسم اقدس اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یا جسم مثالی کے ساتھ؟ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ جسم مثالی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس کی تصریح امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمائی۔

امام غزالی علیہ الرحمہ کی تصریح

امام غزالی نے فرمایا کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس یا بدن انور کی زیارت نہیں ہے بلکہ اس سے جسم مثالی مراد ہے جو بطور آلہ اس (جسم حقیقی) پر دالمت کرتا ہے۔ تو یہ مثالی (جسم مثالی) ایک ایسا آلہ ہوا جو اس جسم حقیقی کے معنوں تک پہنچانے والا ہے۔ جو اس کی ذات میں ہے۔ فرمایا تو یہ آلہ کبھی حقیقی ہوتا

ہے اور کبھی خیالی اور نفس (یعنی نفس ذات اقدس) مثال خیالی کے علاوہ ہے تو جس کسی نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل منور کی زیارت کی نہ وہ روح مصطفیٰ ہے اور نہ شخصیت مصطفیٰ بلکہ تحقیق یہی ہے کہ وہ آپ کی مثال ہے۔

پھر فرمایا: اس کی مثال یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھے تو رب تعالیٰ کی ذات اقدس تو شکل و صورت سے پاک ہے۔ لیکن بندے کا اللہ تعالیٰ کو پہچانا نور یا غیر نور کے مثال محسوس کے واسطے ہی سے ہو سکتا ہے اور وہی مثال تعریف خداوندی (اللہ تعالیٰ کو پہچانتے) میں واسطہ ہونے میں حق ہوتی ہے۔ تو دیکھنے والا کہتا ہے رایت اللہ فی المنام (میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے) اس سے یہ مراد نہیں ہوتی انسی رایت ذات اللہ (میں نے ذات الہی کو دیکھا ہے) جیسا کہ غیر خدا کے لئے کہا جاتا ہے۔ (امام غزالی کا کلام ختم ہوا)

قاضی ابو بکر بن عربی علیہ الرحمۃ کا قول

قاضی ابو بکر بن عربی علیہ الرحمۃ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ: ”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت صفت معلومہ کے ساتھ یہ ادراک حقیقی ہے اور غیر صفت معلومہ کے ساتھ یہ ادراک مثالی ہے۔ یہی قول انہوں نے غایۃ الحسن میں بھی بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت آپ کے جسم انور اور روح مطہر کے ساتھ محال نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام با حیات ہیں۔ ان کی موت کے بعد ان کی مقدس روہیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں اور اپنی قبور مبارکہ سے باہر نکلنے اور عالم سلفی و علوی میں تصرف کرنے کی مازون ہوتی ہیں۔ امام بیہقی نے حیات انبیاء علیہم السلام پر ایک جزء تالیف فرمایا۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ اور حیات انبیاء علیہم السلام

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں فرمایا۔ انبیاء اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہدا کی طرح زندہ ہیں۔ پھر کتاب الاعتقاد میں فرمایا کہ: موت کے بعد انبیاء کی روئیں ان کے قالب میں لوٹا دی جاتی ہیں۔ وہ شہدا کی طرح اپنے رب کے حضور زندہ ہیں۔

استاذ ابو منصور بغدادی علیہ الرحمہ

استاذ ابو منصور عبد القادر بن طاہر بغدادی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد بھی زندہ ہیں۔ اپنی امت کی طاعات (پرہیزگاری و عبادت وغیرہ) پر خوش ہوتے ہیں اور ان میں جو لوگ گناہ کرتے ہیں اس سے وہ رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا جو بھی امتی درود و سلام عرض کرتا ہے ان تک پہنچایا جاتا ہے۔ نیز استاذ ابو منصور نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام (اپنی قبور مبارکہ میں) بوسیدہ نہیں ہوتے اور نہ تو زمین ان کو (جسم کو) کچھ بھی کھاتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں انتقال فرمائے حالانکہ ہمارے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور حدیث معراج میں بیان فرمایا کہ ان (موسیٰ علیہ السلام) کو چوتھے آسمان میں دیکھا اور آدم و ابراہیم علیہما السلام کو بھی دیکھا۔ جب یہ صحیح ہے تو یہ ہمارے لئے اصل ہو گئی کہ ہم کہیں کہ ہمارے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے اور وہ اپنی نبوت پر ہیں۔ (استاذ ابو منصور کا کلام ختم ہوا)

علامہ قرطبی علیہ الرحمہ کا قول

علامہ قرطبی نے "التذکرہ" میں حدیث صحیحہ کے ضمن میں اپنے شیخ سے نقل

روایت فرماتے ہوئے فرمایا۔

”موت عدم محض نہیں ہے بلکہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کرنا ہے۔ اس پر یہ دلالت کرتا ہے کہ شہدا اپنی موت اور قتل کے بعد زندہ ہوتے ہیں ان کو روزی دی جاتی ہے شاد ہوتے ہیں اور خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے۔ جب یہ کیفیت شہدا کی ہے تو انبیائے کرام اس کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو نہیں کھاتی۔

اور یہ بھی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسراء کی رات میں بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اجتماع فرمایا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی خبر دی کہ جب آپ پر (آپ کا امتی) کوئی سلام کرتا ہے تو حضور جواب دیتے ہیں وغیرہ۔ ان ساری باتوں سے یہ قطعیت کے ساتھ حاصل ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی موت دراصل یہ ہے کہ ”وہ ہم سے غائب ہو گئے، ان کا ادراک ہم نہیں کر سکتے اگرچہ وہ زندہ ہو کر موجود ہیں۔ ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے کہ وہ موجود ہوتے ہیں مگر ہماری نوع میں سے کوئی ان کو دیکھ نہیں سکتا ہاں اللہ تعالیٰ جس کو اس کرامت و اعزاز کے ساتھ خاص فرمادے۔ (تو وہ دیکھ سکتا ہے) قرطبی کی عبارت ختم ہوئی۔

حیات انبیاء علیہم السلام پر احادیث و اقوال سلف

نمبر ۱: امام ابو یعلیٰ علیہ الرحمہ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی علیہ الرحمہ نے مکتب حیات الانبیاء علیہم السلام میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ:

”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں

نماز ادا کرتے ہیں۔“

نمبر ۲: امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ: ”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چالیس رات کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا۔ ہاں صور پھونکے جانے تک وہ اللہ جل شانہ کے حضور نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔“

نمبر ۳: حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے الجامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے فرمایا: ”حضرت سعید بن مسیب نے ارشاد فرمایا کہ: کوئی بھی نبی چالیس رات سے زیادہ اپنی قبر میں نہیں چھوڑا جاتا یہاں تک کہ اس کو اٹھالیا جاتا ہے۔“

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس سے یہ پتہ چلا کہ انبیاء تمام زندوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے ان کو اتارتا ہے۔

نمبر ۴: امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ اپنے المصنف میں حضرت ثوری سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت ابوالمقدام سے وہ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: چالیس دن سے زیادہ کوئی بھی نبی زمین میں نہیں ٹھہرتا۔ اور ابوالمقدام تو وہ ثابت بن ہر مز کوئی شیخ صالح ہیں۔

نمبر ۵: امام ابو حبان نے اپنی تاریخ میں، طبرانی نے کبیر میں اور ابوالنعیم علیہم الرحمہ نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی نبی انتقال فرماتا ہے چالیس صبح اپنی قبر میں جلوہ بار رہتا ہے۔“

نمبر ۶: امام الحرمین نے النہایۃ میں رافعی نے شرح میں فرمایا:

”مردی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے رب کے حضور اس بات سے معزز ہوں کہ تین دن کے بعد مجھ کو قبر میں چھوڑ دے۔“

امام حریمین نے اتنا زیادہ کیا کہ:

”اکثر نے روایت کیا ہے کہ دو دن سے زیادہ (یعنی میرا رب دو دن سے زیادہ مجھ کو میری قبر میں نہیں چھوڑے گا بلکہ اپنے حضور باریابی سے مشرف فرمائے گا۔“ (قر غفر لہ)

نمبر ۷: ابو الحسن بن راغونی حنبلی نے اپنی بعض کتاب میں یہ حدیث بیان کی کہ:

”اللہ تعالیٰ کسی نبی کو آدھے دن سے زیادہ اس کی قبر میں نہیں چھوڑتا۔“

امام بدرالدین بن الصاحب علیہ الرحمۃ کا قول

امام بدرالدین ابن الصاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے تذکرہ میں فرمایا:

”فصل فی حیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ فی البرزخ۔“

ترجمہ: فصل: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد برزخی زندگی کے بارے میں

اس (حضور کی برزخی زندگی) پر شارع علیہ السلام کی تصریح اور اشارہ دلالت کرتے ہیں۔ نیز قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول: وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أحيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران آیت ۱۶۹) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کئے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس روزی دیے جاتے ہیں۔

تو موت کے بعد برزخی زندگی کی یہ حالت امت کے شہیدوں میں سے ایک ایک کو حاصل ہے۔ ان لوگوں کا حال خصوصاً برزخی زندگی کا ان لوگوں سے اعلیٰ افضل

ہوتا ہے جن کو یہ رتبہ حاصل نہیں اور امت میں سے کسی کا بھی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رتبہ سے اعلیٰ نہیں، بلکہ ان لوگوں کو یہ رتبہ آپ کی برکت اور اتباع سے حاصل ہوا ہے، نیز وہ لوگ اس رتبہ کے مستحق شہادت سے موصوف ہونے کے بعد ہوئے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہادۃ کا درجہ کامل طریقہ پر حاصل ہے۔ (تو وہ برزخی زندگی میں کیوں زندہ نہیں ہوں گے؟)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے..... یہ موسیٰ (علیہ السلام) کی حیات کے بارے میں صریح ہے کیونکہ ان کا نماز کے وصف سے موصوف ہونا اور پھر ان کا کھڑا ہونا یا اس طرح کے اور امور ان سے روح موصوف نہیں ہوتی بلکہ اس سے بدن ہی موصوف ہوا کرتا ہے۔ اور قبر کے ساتھ خاص کرنا یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اگر یہ اوصاف روح کے ہوتے تو ان کے قبر کے ساتھ خاص ہونے پر دلیل نہیں لائی جاتی، کیونکہ کسی نے بھی نہیں کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں بدن کے ساتھ قبر میں مقید (قیدی) ہیں۔ اور مومنین و نیکو کاروں کی روحیں جنت میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ہم حضور کے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان چلے تو ایک وادی سے گزرے۔ حضور نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ وادی ارزق ہے۔ پھر فرمایا میں موسیٰ (علیہ السلام) کو جیسے دیکھ رہا ہوں، اپنے کانوں میں انگلی داخل کئے ہوئے ہیں۔ اس وادی سے گزرتے ہوئے بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کے لئے تبلیہ پڑھ رہے ہیں۔ پھر ہم چلے تو ثمودیہ پر پہنچے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گویا میں ایک سرخ اونٹنی پر سوار اس وادی سے گزرتے ہوئے

یونس (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں ان پر اون کا جبہ ہے اور وہ تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

سوال: سوال کیا گیا جبکہ وہ لوگ انتقال فرما چکے ہیں تو ان کے حج اور تلبیہ کا ذکر کیا معنی ہے؟ وہ دارالآخرۃ ہے دارالعمل نہیں ہے؟

جواب: یقیناً شہداء اپنے رب کے حضور زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں تو بعید نہیں کہ وہ حج کریں، نماز پڑھیں اور استطاعت کے مطابق رب کریم کا تقرب حاصل کریں۔ اگرچہ وہ آخرت میں ہیں کیونکہ وہ لوگ اس دنیا میں جو کہ دارالعمل ہے۔ اس کی مدت پوری کر چکے ہیں اور آخرت میں جلوہ فرما ہیں جو کہ دارالجزاء ہے نیز ان کا عمل منقطع ہو چکا ہے۔ یہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کے الفاظ ہیں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنے جسموں کے ساتھ حج کر سکتے ہیں۔ اپنی قبروں سے جدا ہو سکتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبر سے جدا ہونے کے بارے میں کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (وصال پاک کے بعد) حج فرمائیں نماز ادا کریں اور اپنے جسم اقدس کے ساتھ آسمانوں کی سیر فرمائیں تو وہ اپنی قبر انور میں (اس وقت) مدفون نہیں ہوں گے۔ (عبارت ختم ہوئی)

تو ان تمام نقول اور احادیث کے مجموعے کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی روح پاک اور جسم اقدس کے ساتھ زندہ ہیں۔ وہ تصرف فرماتے ہیں نیز اپنی وفات سے قبل جس بیت پاک پر تھے اس میں بغیر کسی تبدیلی کے اسی بیت کے ساتھ آسمانوں اور زمینوں میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ ہاں، وہ نگاہوں سے غائب ہوتے ہیں جیسے فرشتے اپنی جسمانی حیات کے باوجود نگاہوں سے غائب رہتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے جس کو مشرف فرمانا چاہتا ہے تو حجابات اٹھا دیتا ہے، پھر وہ آپ کی اسی

ہیت پر دیدار سے بہر مند ہو جاتا ہے جس پر آپ ظاہری حیات میں تھے۔ تو آپ کے وجود انور کو مثال کے ساتھ خاص کرنے کا کوئی داعیہ نہیں (یہ امام غزالی کے اس قول کا جواب ہے جو ماقبل گزر چکا ہے) قمر غفرلہ

سوم: سوال: بعض لوگوں نے سوال کیا کہ دور دراز رہنے والے لوگ متعدد جگہوں سے ایک ہی وقت میں کیسے دیکھ سکتے ہیں؟
جواب: اس کے جواب میں کہا گیا:

كالشمس في كبد السماء وضوئها

تغشى البلاد مشارقا ومغرباً

ترجمہ: جیسے سورج کہ وہ وسط آسمان میں ہوتا ہے مگر اس کی روشنی میں مشرق و مغرب کو چھا جاتی ہے۔ (یعنی اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگرچہ ایک ہیں مگر آپ کے انوار ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں تو ان کو دیکھا جاسکتا ہے) قمر غفرلہ

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ کی مثال

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ علیہ الرحمہ کے مناقب میں ان کے بعض تلامذہ سے مذکور ہے، بتایا کہ میں نے حج کیا جب طواف کر رہا تھا تو میں نے شیخ تاج الدین کو طواف میں دیکھا، ان کو سلام کرنے کا ارادہ کیا کہ جب وہ طواف سے فارغ ہو جائیں تو سلام عرض کروں۔ پھر جب وہ طواف سے فارغ ہو گئے تو ان کے پاس آیا تو ان کو نہیں دیکھا۔ پھر ان کو اسی طرح عرفہ (میدان عرفات) میں دیکھا پھر اسی طرح تمام ارکان کی ادائیگی میں بھی جب میں قاہرہ لوٹ کر آیا تو شیخ کے بارے میں خیریت معلوم کی پتہ چلا ٹھیک ہیں۔ میں نے پوچھا کہ شیخ نے سفر کیا تھا؟ لوگوں نے بتایا نہیں۔ تو خود حضرت شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا کس کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا، حضور آپ کو، تو آپ نے فرمایا: اے نلّاں: الرجل الكبير

یسلا الکون (بڑا آدمی) یعنی اللہ کے اولیاء کون (سارے جہاں) کو بھر دیتے ہیں۔
(یعنی وہ ہر جگہ موجود ہوتا ہے) اگر قطب (دلیوں کی ایک قسم) کو حجر اسود کے پاس سے
آواز دی جائے تو وہ جواب دے گا جب قطب (ایک ولی) سارے جہاں کو بھر سکتا
ہے تو سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس باب میں سب سے اولیٰ ہیں۔ اور شیخ
ابوالعباس علیہ الرحمۃ کے بارے میں گزر چکا جو انہوں نے فرمایا کہ:

”میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان، زمین، عرش و کرسی رسول اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے بھرے ہوئے ہیں۔“

چهارم: اعتراض: کہنے والا یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ اس توضیح پر لازم آتا ہے کہ
جو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے وہ صحابی کہا جائے۔
جواب: اس سے صحابی ہونا لازم نہیں آتا:

(۱) یا تو اس وجہ سے کہ ہم نے عرض کیا کہ نظر آنے والی وہ حضور کی مثال ہے تو
جواب واضح ہے کہ صحابیت حضور کے جسم اقدس اور روح منور کی مجموعی ذات
کے دیدار سے ثابت ہوتی ہے۔

(۲) اگر ہم یہ کہیں کہ نظر آنے والی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے
تو صحابیت کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ کو عالم ملک میں (ظاہری حسی حیات
کے ساتھ مشاہداتی طور پر) دیکھا جائے اور یہ دیکھا جانا عالم ملکوت میں
ہے۔ اس روایت سے بھی صحابیت ثابت نہیں ہوتی اس کی تائید وہ احادیث
پاک ہیں جو وارد ہیں کہ:

”ساری امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی جاتی ہے تو آپ ان کو
ملاحظہ فرماتے ہیں اور وہ لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں
لیکن ان تمام لوگوں کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ وہ عالم
ملکوت میں مشاہدہ کرتا ہے اور یہ صحابیت کے لئے مفید نہیں۔“

خاتمہ

حدیث: امام احمد اپنی مسند میں خراکلی "مکارم الاخلاق" میں ابوالعالیہ کے طریق سے ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

میں اپنے گھر سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جانے کا ارادہ کر کے نکلا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں۔ ایک اور شخص بھی آپ کے ہمراہ ہے جو آپ کی طرف متوجہ ہے یعنی بات کر رہا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان حضرات کو کوئی ضرورت درپیش ہے۔ انصاری شخص نے کہا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے تھے۔ ان کے اس طویل قیام سے مجھ کو ترس آنے لگا۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص جو آپ کے ساتھ کھڑا تھا اس کے ساتھ آپ کے اس طویل قیام کو دیکھ کر مجھے آپ پر ترس آنے لگا تھا۔ یہ سن کر حضور نے پوچھا کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں تو حضور نے فرمایا: جانتے ہو وہ کون تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں، تو آپ نے فرمایا: وہ جبریل تھے۔ وہ مجھ کو پڑوسی کے بارے میں مسلسل وصیت کر رہے تھے، جس سے مجھ کو گمان ہونے لگا تھا کہ پڑوسی کو وراثت میں حقدار بنادیں گے۔ پھر حضور نے فرمایا: تاہم اگر تم سلام کرتے تو وہ جواب دیتے۔

حدیث: ابو موسیٰ المدنی نے معرفہ میں تمیم بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

تمیم بن سلمہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس سے پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ میں نے اس کے عقبی حصہ کو دیکھا اس نے غلامہ باند رکھا تھا اور پیچھے شملہ لٹک رہا تھا۔ میں نے حضور سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! یہ کون صاحب ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: یہ جبریل ہیں۔

حدیث: امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے دلائل میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا:

”حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جبکہ حضور کے ساتھ جبریل علیہ السلام تھے۔ میں نے ان دونوں حضرات کو سلام کیا اور چلا گیا۔ پھر جب میں واپس ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھا جو میرے ساتھ تھا؟ میں نے کہا: ہاں تو حضور نے فرمایا وہ جبریل تھے۔ اور تیرے سلام کا جواب دیا تھا۔

حدیث: ابن سعد نے حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا۔
حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

”میں نے جبریل کو اس دہر میں دوبارہ دیکھا۔

حدیث: امام احمد اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ:

”میں اپنے والد (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھا اور ان کے پاس ایک شخص سرگوشی کر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سرکار میرے والد سے اعراض کر رہے ہوں (بات نہیں کرنا چاہتے) تو ہم لوگ وہاں سے نکل پڑے۔ میرے والد نے کہا ”بیٹے! تم نے اپنے چچا زاد (یعنی حضور) کو نہیں دیکھا جیسے وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہ رہے ہوں.....“ میں نے عرض کیا: ابو حضور! ان کے پاس ایک شخص سرگوشی (چپکے چپکے بات کرنا) کر رہا تھا پھر والد صاحب (حضرت عباس) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے عبد اللہ (اپنے بیٹے) سے ایسی ایسی بات کہی ہے۔ تو اس نے کہا کہ آپ کے پاس ایک شخص سرگوشی کر رہا تھا تو کیا آپ کے پاس کوئی تھا۔ اس پر حضور نے پوچھا عبد اللہ تم نے دیکھا تھا (یعنی اس شخص کو) میں نے کہا: ہاں تو فرمایا وہ جبریل تھے جنہوں نے تم لوگوں سے بات کرنے سے مشغول رکھا (کہ میں بات نہیں کر سکا)

(یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی چلی گئی تھی اور آپ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔) (قر غفر لہ)

حدیث: ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے:

”میں نے جبریل کو دو مرتبہ دیکھا۔“

حدیث: طبرانی، بیہقی اور ضیاء نے مختارہ میں تخریج کیا کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی عیادت فرمائی۔ آپ جب اس کے گھر کے قریب پہنچے تو آپ نے اندر کسی کو بات کرتے ہوئے سنا۔ مگر جب وہاں پہنچے تو کوئی نہیں تھا۔ حضور نے اس انصاری سے پوچھا تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک داخل ہونے والا میرے پاس آیا مجلسی نشست و برخاست اور طرزِ تکلم میں آپ کے بعد میں نے اتنا عمدہ، مکرم اور بادِ جاہت کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبریل تھے۔ تم لوگوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو رب تعالیٰ اس کو ضرور پوری فرماتا ہے۔“

حدیث: ابو بکر بن ابوداؤد نے ”کتاب المصاحف“ میں حضرت ابو جعفر سے روایت کیا کہ:

”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جبریل امین کی حضور سے سرگوشی سنا کرتے تھے۔“

حدیث: محمد بن نضر مروزی علیہ الرحمۃ نے ”کتاب الصلاة“ میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ:

”وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا اس دوران کسی کہنے والے سے میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا:

”اللهم لك الحمد كله، و لك الملك كله، و اليك يرجع

الامر كله، علانية وسراً، لك الحمد انك على كل شيء
 قدير۔ اللهم اغفر لي جميع ماضی من ذنوبي،
 واعصمني فيما بقى من عمرى، و ارزقنى عملاً زاكياً
 ترضى به عنى“

ترجمہ: ”اے اللہ! ساری تعریف تیرے لئے ہے، سارا ملک تیرے لئے ہے، سارے
 امور تیری ہی طرف لوٹتے ہیں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی، حمد و ثنا تیرے ہی لئے
 ہے۔ بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اے اللہ! میرے ماضی کے سارے گناہوں کو
 بخش دے اور جو عمر باقی رہ گئی ہے اس کو (گناہوں سے) محفوظ فرما دے۔ مجھ کو وہ
 پاکیزہ عمل کی توفیق عطا فرما جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔“

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ فرشتہ تھا جو تم کو رب کی حمد سکھانے آیا تھا۔
حدیث: محمد بن نصر علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کرتے ہوئے تخریج فرمایا۔ انہوں نے فرمایا:

”میں نماز پڑھ رہا تھا اس دوران میں نے ایک بات کرنے والے کو سنا

کہہ رہا تھا: اللهم لك الحمد كله سابقہ حدیث کی طرح بیان فرمایا“

حدیث: ابن ابی الدینا علیہ الرحمۃ نے ”کتاب الذکر“ میں حضرت انس بن مالک
 رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ:

”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم مسجد میں ضرور

جائیں گے، نماز ادا کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کریں گے کہ اس طرح کسی نے
 نہ کی ہوگی۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے اور بیٹھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں۔
 اچانک عقب سے ایک بلند آواز ابھری۔ کہنے والا کہہ رہا تھا:

اللهم لك الحمد كله، ولك الملك كله، و بيدك الخير كله، و اليك

يرجع الامر كله علانية وسرة لك الحمد انك على كل شيء قدير

اغفر لی ما مضی من ذنوبی واعصمنی فیما بقی من عمری و
ارزقنی اعمالا زاکیة یرضی بہا عنی و تب علی "تو میں نے نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا: وہ جبریل تھے۔

حدیث: امام طبرانی اور بیہقی علیہما الرحمہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ:

”انہوں نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ
ایک شخص کے منہ کے قریب منہ کر کے بات فرما رہے تھے تو میں نے سلام نہیں کیا اور
چلا گیا۔ پھر جب میں واپس ہوا تو آپ نے پوچھا، کیا وجہ تھی کہ تم نے سلام نہیں کیا؟
میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ اس شخص کے ساتھ آپ اس انداز
سے گفتگو فرما رہے تھے جس طرح کسی اور کے ساتھ نہیں فرماتے (یعنی رخسار کو اس کے
رخسار کے قریب کر کے) تو میں نے اس کو مناسب نہیں سمجھا کہ آپ کا سلسلہ کلام منقطع
ہو۔ یا رسول اللہ! وہ کون تھا؟ تو آپ نے فرمایا جبریل تھے۔

حدیث: امام حاکم علیہ الرحمہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے
ہوئے تخریج فرمایا کہ:

”سیدہ نے فرمایا میں نے اپنے اسی کمرے میں جبریل علیہ السلام کو کھڑے
ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے پوچھا۔
یا رسول اللہ! وہ کون تھا؟ تو آپ نے پوچھا وہ تم کو کس کے ہم شکل لگا؟ میں نے کیا دھیہ
کی طرح۔ تو آپ نے فرمایا: تم نے جبریل کو دیکھا۔

حدیث: امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے
ہوئے تخریج فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر اٹکے
تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اچانک کوئی حضور کے سامنے آیا۔ تو
حضور نے پوچھا: حذیفہ! تم نے اس کو دیکھا جو مجھ کو ابھی پیش آیا۔ میں نے

عرض کیا۔ ہاں، یا رسول اللہ! تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ ایک فرشتہ تھا زمین پر اس سے پہلے نہیں اتر تھا۔ اس نے رب تعالیٰ سے مجھ کو سلام عرض کرنے کی اجازت مانگی تو ابھی اس نے مجھ کو سلام کیا ہے۔ اور یہ خوشخبری سنائی ہے کہ حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) یہ جنت میں نو جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حدیث: امام طبرانی علیہ الرحمہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کی کہ: ”میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور رات گزاری۔ ان کے پاس میں نے ایک شخص کو دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، حذیفہ! کیا تم نے دیکھا؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا یہ ایک فرشتہ تھا میرے اعلان نبوت کے بعد کبھی بھی میرے پاس نہیں آیا تھا۔ آج رات یہ آیا تو اس نے مجھ کو بشارت دی کہ حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نو جوانان جنت کے سردار ہیں۔

حدیث: امام احمد و بخاری نے تعلیقاً اور امام مسلم نیز بیہقی اور نسائی نے دلائل النبوة میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی۔

”وہ یعنی اسید بن حضیر سورہ بقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب باندھا ہوا تھا۔ اس نے اچھلنا کو دنا شروع کر دیا تو اسید بن حضیر نے تلاوت بند کر دی تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر تلاوت شروع کی گھوڑا پھر کودنے لگا۔ پھر یہ رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو اچانک دیکھا کہ اوپر سائبان کی طرح ہے اس میں چراغ کے مثل روشنی ہے جو آسمان کی طرف باندھوتی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو دور تک دیکھتے رہے۔ صبح کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کو بیان فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ فرشتے تھے تیری آواز سننے کے لئے اترے تھے۔ اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کو بغیر کسی آڑ کے لوگ ان کو دیکھتے۔“

حدیث: واقدی اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا کہ:

”میں نے جنگ بدر کے دن حضور کے دائیں، بائیں دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ بہت سخت جنگ کر رہے ہیں پھر ان میں تیسرا حضور کے پیچھے اور چوتھا حضور کے آگے شامل ہوئے (اور اس طرح سے شدید جنگ ہوئی)“

حدیث: اخیل بن راہویہ نے اپنی مسند میں، ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل النبوة میں حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا:

”انہوں نے فرمایا جبکہ وہ ٹاپنا ہو چکے تھے۔ اگر میں تیرے ساتھ بدر میں ہوتا تو تمہیں اس گھاٹی کے بازے میں بتاتا جس سے فرشتے نکلتے تھے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔“

حدیث: امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت ابو بردہ بن نیار سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا کہ:

”انہوں نے فرمایا کہ جنگ بدر کے دن میں نے تین سر لا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دوسرے تو ان کو میں نے قتل کیا ہے لیکن تیسرا تو ایک شخص سفید لمبا چوڑا تھا اس کو میں نے دیکھا کہ اس نے اس کے سر کو جدا کر دیا تو میں نے اس کو لے لیا۔ اس پر حضور نے فرمایا: وہ فرشتوں میں سے فلاں فرشتہ تھا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”ابن عباس نے فرمایا فرشتے ایسی صورت میں ہوتے تھے جن کو لوگ پہچانتے

تھے۔ وہ فرشتے لوگوں کو ثابت قدمی کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان میں سے بعض کے قریب ہوا تو ان کو کہتے ہوئے سنا لو حملوا علینا ما ثبتنا لیسوا ببشئ۔ (ہماری ثابت قدمی کے مقابل ان کا حملہ کچھ بھی نہیں ہے) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذ یوحى ربك الى الملائكة انى معکم فثبتوا الذین امنوا۔ (جب اے محبوب! تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔) (کنز الایمان)

حدیث: امام احمد، ابن سعد، ابن جریر اور ابو نعیم نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا کہ:

”جس شخص نے (بدر میں) عباس (حضور کے چچا کو قبل اسلام) کو قید کیا وہ ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابو الیسر ہلکے بدن کے تھے اور عباس بھاری بدن۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا اے ابو الیسر: عباس کو تم نے کیسے قید کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ: میری مدد ایک آدمی نے کی تھی۔ اس ہیئت کا شخص نہ میں نے پہلے دیکھا تھا اور نہ ہی بعد میں۔ وہ ایسا ایسا تھا۔ تو حضور نے فرمایا: تمہاری مدد ایک کریم فرشتے نے کی۔“

حدیث: ابن سعد اور بیہقی علیہما الرحمہ نے عمار بن ابی عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا کہ:

”حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے جبرئیل کو ان کی صورت میں دکھائیے۔ تو آپ نے فرمایا: بیٹھے: وہ بیٹھ گئے۔ جبرئیل علیہ السلام کعبہ شریف کی ایک شہتیر پر اترے تو حضور نے فرمایا آنکھ اٹھائیے دیکھئے۔ انہوں نے آنکھ اٹھائی تو جبرئیل کے دونوں پیر دیکھے جو سبز زبرد کی طرح تھے۔“

حدیث: ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا:

”میں بدر کے قیدیوں کو گرفتار کر رہا تھا، اسی اثناء میں اچانک ایک شخص ایک گڑھے سے نکلا، جس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ کو پکارا۔ اے عبد اللہ! مجھ کو پانی پلا دو۔ پھر اسی گڑھے سے ایک اور آدمی نکلا، جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ اس نے مجھ کو پکار کر کہا اے عبد اللہ! اس کو پانی نہ پلانا۔ پھر اس کو کوڑے سے مارتے ہوئے اسی گڑھے کی طرف واپس لے گیا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس واقعے کے بارے میں بتایا تو حضور نے فرمایا کیا واقعی تم نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا وہ اللہ کا دشمن ابو جہل تھا اور وہ قیامت تک کا اس کا عذاب تھا۔“

اس واقعے میں موضوع سے مناسبت کے لحاظ سے محل استدلال یہ ہے کہ: اس آدمی کا نظر آنا جو ابو جہل کے بعد نکلا اور اس کو کوڑے مارنے لگا تو وہ عذاب کا فرشتہ تھا جو اس پر مقرر کیا گیا ہے۔

حدیث: ابن ابی الدنیا، بطبرانی اور ابن عساکر نے عروہ بن رویم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا۔ وہ روایت کرتے ہیں حضرت عرباض بن ساریہ صحابی سے رضی اللہ عنہ کہ وہ (عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ) اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ان کی موت ہو جائے۔ تو وہ دعاء کیا کرتے تھے۔

”اللهم کبرت سننی و وهن عظمی فاقبضنی الیک“

ترجمہ: اے اللہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں تو مجھ کو اپنی طرف اٹھالے۔“

فرماتے ہیں اسی اثناء میں ایک دن دمشق کی جامع مسجد میں تھا اور نماز پڑھ رہا تھا نیز موت کی دعا بھی کر رہا تھا۔ اچانک ایک انتہائی نوجوان، بے حد خوبصورت اس کے اوپر سبز رنگ کا لحاف تھا آیا پھر بولا: تم یہ کیا دعا مانگ رہے ہو؟ (یعنی ایسی دعا نہ مانگا کرو) میں نے اس سے پوچھا کہ پھر کیسی دعا کروں؟ تو اس نے کہا اس طرح:

”اللهم حسن العمل وبلغ الاجل“

ترجمہ: (اے اللہ عمل اچھا کر دے اور موت تک پہنچا دے)

میں نے کہا تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تو اس نے کہا میں رتسا بیل ہوں جو مومنوں کے دلوں سے غم کو کھینچ لیتا ہے۔ پھر میں جب اس کی طرف متوجہ ہوا تو کسی کو نہیں دیکھا۔

حدیث: ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں سعید بن مسنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا کہ:

”میں بیت المقدس آیا نماز کا ارادہ کر رہا تھا تو مسجد میں داخل ہوا۔ میں اسی حالت پر تھا کہ اچانک میں نے کچھ سرسراہٹ کی آواز سنی جس کے دو بازو تھے۔ وہ میری طرف یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئی:

”سبحان الدائم القائم سبحان الحي القيوم سبحان

الملك القدوس سبحان رب الملائكة والروح سبحان

الله و بحمده سبحان الله العلي الاعلى سبحانه وتعالى“

ترجمہ: ”پاکی اس ذات کے لئے جو ہمیشہ رہنے والی قائم ہے، پاکی ہے اس کے لئے جو

زندہ قیوم ہے۔ پاکی ہے اس کے لئے جو پاکیزہ مالک ہے۔ پاکی ہے فرشتوں اور

روح کے پروردگار کے لئے، پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور حمد اسی کے لئے

ہے۔ پاکی ہے اللہ کے لئے جو انتہائی بلند و بالا ہے، پاکی ہے اس کے لئے وہ

سب سے بلند ہے۔“

پھر ایک اور آواز متوجہ ہوئی وہی تلاوت کر رہی تھی۔ پھر یکے بعد دیگرے آپس میں بات کرتے ہوئے آوازیں آتی رہیں یہاں تک کہ مسجد بھر گئی۔ ان میں سے بعض نے میرے قریب ہو کر پوچھا کیا تم آدمی ہو؟ میں نے کہا ہاں، تو بولی کہ ڈرنے کی بات نہیں یہ سب فرشتے ہیں۔

تذنیب (تمتہ بحث)

بحث کی تکمیل کرتے ہوئے بعض وہ حکایات جس کو یہاں ذکر کرنا مناسب ہے جس کو محدثین نے تخریج فرمایا ہے۔

آذان کا واقعہ

امام داؤد نے ابن عمیر بن انس کے طریق سے اپنے چچا سے روایت کرتے ہوئے تخریج کی جو انصار میں سے تھے کہ:

”عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا (یعنی اونگھ رہا تھا) تو اچانک ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھ کو آذان دکھائی۔ جبکہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اس سے پہلے دیکھ چکے تھے اور اس کو بیس دن تک چھپاتے رہے۔“

ابو نعیم الفضل بن ذکین کی کتاب الصلوة میں ہے:

حضرت عبداللہ بن زید نے فرمایا کہ اگر اتہام (بدنامی) کا ڈرنہ ہوتا تو میں ضرور کہتا کہ میں سو نہیں رہا تھا (یعنی جگ رہا تھا)

اور سنن ابوداؤد میں ابن ابی لیلیٰ کے طریق سے ہے کہ:

”انصار میں سے ایک صاحب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا جس کے اوپر دو سبز کپڑے تھے۔ پھر وہ (آذان کے بعد) تھوڑی دیر بیٹھا۔ پھر کھڑا ہوا تو اسی (آذان ہی) کی طرح اس نے کہا مگر یہ اتنا بڑھایا قد قامت الصلوة اگر لوگوں کی بات کا ڈرنہ ہوتا تو میں کہتا کہ میں بیدار تھا سو نہیں رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تجھ کو خیر دکھایا ہے۔“

شیخ ولی الدین عراقی نے ابو داؤد کی شرح میں فرمایا کہ راوی کا یہ قول انہی لبین نائم و یقظان (یقیناً میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا) مشکل ہے۔ اس لئے کہ حالت نیند یا بیداری سے خالی نہیں، تو گویا ان کی مراد تھی کہ ان کی نیند ہلکی تھی بالکل ہی نیند سے خالی نہیں بلکہ بیداری کے قریب تو گویا وہ ایک متوسط درجہ ہے جو نیند اور بیداری کے درمیان ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ: سب سے ظاہر بات یہ ہے کہ اس کو اس حالت پر محمول کیا جائے جو ارباب احوال کو پیش آیا کرتا ہے، جس میں وہ لوگ بہت کچھ مشاہدہ کرتے ہیں اور بہت کچھ سنتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تو یہ صاحبان حال کے سردار ہیں۔ کئی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت باہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرح دیکھا ہے اور امام الحرمین نے ذہایۃ میں نیز امام غزالی نے البسیط میں بیان کیا کہ دس صحابہ سے زیادہ لوگوں نے اسی طرح (یعنی حضرت عبداللہ بن زید کی طرح) دیکھا۔ حدیث میں ہے کہ جس نے آذان پڑھی تھی اور حضرت عمرو بن لہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سنا تھا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اس کو حارث بن ابی امامہ نے اپنی مسند میں تخریج فرمایا ہے، اور اسی کے مشابہ حارث بن ابی امامہ نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا۔

حدیث: حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو بیمار دیکھا پھر ان کے پاس سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے تاکہ ابو بکر صدیق کی بیماری کی ان کو خبر دیں۔ اچانک ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور داخل

ہو گئے۔ حضور کو ابو بکر صدیق کے اس قدر جلد صحت یاب ہونے پر تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی جلد شفاء عطا فرمادی۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ آپ نکلے تو مجھ کو ہلکی سی غنودگی ہوئی۔ پھر جبریل علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے میری ناک میں کچھ ڈالا تو میں ٹھیک ہو کر کھڑا ہو گیا..... یہ شاید حال کی منزل یعنی حال کی ہلکی نیند ہے۔ سونے کی نہیں۔

سہم بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابونعیم نے معرفۃ میں حضرت سہم بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج فرمایا کہ:

”وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت حاضر تھے۔ انہوں نے کہا جب شام ہو گئی تو میں نے کہا اگر اپنے ساتھی (حضرت عثمان غنی) کو صبح تک چھوڑ دو گے تو ڈر ہے کہ وہ (باغی) ان کا مسئلہ نہ کر دیں۔ اس لئے ان کو بقیع غرقہ (جنت البقیع) لے چلو تو ہم لوگوں کے لئے یہ آدھی رات کو ممکن ہو سکا۔ پھر ان کو لے کر چلے تو ہمارے پیچھے سے تاریکی نے ہم لوگوں کو ڈھانپ لیا۔ ہم لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ قریب تھا کہ ہم بکھر جاتے کہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی۔ ڈرو نہیں ٹھہرے رہو، ہم لوگ تم لوگوں کے ساتھ (جنازہ) میں حاضر ہونے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت ابن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے وہ لوگ قسم بخدا فرشتے تھے۔“

عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

ابونعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں تخریج فرمایا کہ مجھ سے محمد بن شاور نے نعمان بن منذر سے وہ عوف بن مالک سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ:

”ہم غزوہ طوانہ میں جہاد کرتے ہوئے ارض روم میں داخل ہو گئے تو مرجع کے

مقام پر اترے یعنی قیام کیا، تو میں نے اپنے مصاحبین کے جانوروں کی نگرانی شروع کر دی اور جانوروں کی رسی کو ڈھیلا کر دیا۔ میرے ساتھی جانوروں کو چارہ ڈالنے لگے۔ اسی اثناء میں جبکہ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے اچانک میں نے سنا (کوئی کہہ رہا تھا) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ پھر اس نے پوچھا کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ تو اس نے کہا صبر کرو کیونکہ یہ امت امت مرحومہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پانچ فتنے اور پانچ نمازیں لکھ دی ہیں۔ میں نے کہا تو (وہ فتنے بیان کرو) اس نے کہا ٹھہرو، اس میں کا ایک یہ ہے: تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات۔ اس کا نام کتاب اللہ میں نعسہ ہے۔ پھر عثمان کا قتل اس کا نام کتاب اللہ میں الصماء ہے، پھر فتنہ بن زبیر ہے اس کا نام کتاب اللہ میں العمیاء ہے پھر ابن اشعث کا فتنہ اس کا نام کتاب اللہ میں البقر ہے۔ پھر وہ کہتے ہوئے چلا گیا اور فتنۃ الظلم مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے گیا؟

الحمد للہ علی احسانہ: آج مورخہ ۲۷ رزی قعدہ ۱۴۳۲ھ / ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز منگل، ساڑھے بارہ بجے دوپہر کو ترجمہ مکمل ہو گیا جب کہ اس کی ابتداء ۲۱ شوال ۱۴۳۲ھ / ۲۰ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز منگل ہوئی تھی۔ گویا ایک ماہ پانچ دن لگا۔

مولانا قمر بستی کی دیگر تصنیفات

مطبوعہ	(۱)	افکار رضا
مطبوعہ	(۲)	حیات مولانا عبد الرؤف بلیاوی
مطبوعہ	(۳)	تجلیات مفتی اعظم ہند
مطبوعہ	(۴)	افضیت مصطفیٰ
مطبوعہ	(۵)	مسائل زکاۃ
مطبوعہ	(۶)	عید الاضحیٰ کب منائی جائے؟
مطبوعہ	(۷)	العقیدۃ الطحاویہ (ترجمہ)
زیر طبع	(۸)	الفقہ الاکبر (ترجمہ)
زیر طبع	(۹)	العقیدۃ النسفیہ (ترجمہ)
مطبوعہ	(۱۰)	انفس و آفاق (حصہ اول)
زیر طبع	(۱۱)	فتاویٰ امریکہ (حصہ اول)
زیر ترتیب	(۱۲)	انفس و آفاق (حصہ دوم)
زیر ترتیب	(۱۳)	تائید الاقوال الحنفیہ من الاحادیث النبویۃ
زیر ترتیب	(۱۴)	جائے ہوئے دیدار رسول ترجمہ تنویر الحاکم
مطبوعہ	(۱۵)	يَا أَيُّهَا الْمَرْمَلُ (نعتیہ مجموعہ)
مطبوعہ	(۱۶)	يَا أَيُّهَا الْمَذْثَرُ (نعتیہ مجموعہ)
مطبوعہ	(۱۷)	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ (نعتیہ مجموعہ)
زیر طبع	(۱۸)	يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ (نعتیہ مجموعہ)

مولانا قمر ہستی کی دیگر تصنیفات

۱۔	انکار رضا	مطبوعہ
۲۔	تجلیات مفتی اعظم	مطبوعہ
۳۔	حیات مولانا عبدالرؤف بلیاوی	مطبوعہ
۴۔	افضلیت مصطفیٰ	مطبوعہ
۵۔	مسائل زکاة	مطبوعہ
۶۔	عید الاضحیٰ کب منائی جائے؟	مطبوعہ
۷۔	یتا بیہا المزمّل (شعری مجموعہ)	مطبوعہ
۸۔	یتا بیہا المدثر (شعری مجموعہ)	مطبوعہ
۹۔	یتا بیہا النبی (شعری مجموعہ)	مطبوعہ
۱۰۔	فتاویٰ امریکہ حصہ اول	زیر طبع
۱۱۔	افس و آفاق حصہ اول (مقالات)	مطبوعہ
۱۲۔	ترجمہ العقیدۃ الطحاویہ	مطبوعہ
۱۳۔	افس و آفاق حصہ دوم (مقالات)	زیر ترتیب
۱۴۔	تائید الاقوال الحنفیہ من الاحادیث النبویہ	زیر ترتیب
۱۵۔	یتا بیہا الرسول (شعری مجموعہ)	زیر ترتیب
۱۶۔	ترجمہ الفقہ الاکبر	مطبوعہ
۱۷۔	ترجمہ العقیدۃ النسفیہ	مطبوعہ
۱۸۔	جائے میں دیدار رسول ﷺ	مطبوعہ

ISBN 81-86087-54-1



9 786181 087548



**KUTUB KHANA
AMJADIA**

425/7, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6

Ph.: 011-32484831, Telefax.: 011-23243187

e-mail: kkamjadia@yahoo.co.uk

www.kutubkhanaamjadia.com • info@kutubkhanaamjadia.com